رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر ۔ میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی

سالانہ ۔ معاونین ۔ عام خریداران ۔ ششماہی ۔ بیرون ہند

قیمت فی پرچہ ایک آنہ

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۴۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۹ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۳۹ء | نمبر ۴۲

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ایام زیر اشاعت میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو درد نقرس کی تکلیف رہی۔ باوجود درد کی تکلیف کے حضور نے ۱۲ نومبر کو ختم درس قرآن کی تقریب پر آخری دو سورتوں معوذتین کی مسجد اقصیٰ میں تشریف لاکر پر معارف تفسیر بیٹھ کر فرمائی۔ اور بعد ختم درس مجمع احباب کے ساتھ جو کئی ہزار کا تھا۔ محراب میں تشریف لے جاکر لمبی دعا فرمائی۔ اور ۱۳ نومبر کو دوگانہ عید الفطر احمدیہ عیدگاہ میں پڑھایا۔ اور حقائق سے بھرا ہوا خطبہ فرماکر دعا فرمائی۔ اور احباب سے مصافحہ کیا۔ جو قریبًا ایک گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ خطبہ و قرأت کو سننے کے لئے اس دفعہ نظارت تعلیم و تربیت نے بوجہ وہاں بجلی کا انتظام نہ ہونے کے بجلی پیدا کرنے والی خاص مشین لگا کر آلہ نشر الصوت (لاوڈ سپیکر) کا معقول انتظام کیا۔ جس سے تمام مجمع کو جو دس ہزار کی تعداد میں زن و مرد کا تھا۔ آواز نہایت صاف پہنچتی رہی۔ عورتوں کے لئے پردہ کا خوب معقول انتظام تھا۔ شام کو نظارت ضیافت کی طرف سے حسب معمول مقامی صحابہ اور دیگر احمدی احباب کو جن کی

(بقیہ ملاحظہ ہو صٓ۲ کے کالم ۱ پر)

اتمام الحجّت علی المخالفین

(از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

عیسائیوں کو مباہلہ کا چیلنج

"میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آتھم کے معاملہ میں کسی پادری صاحب یا کسی اور عیسائی کو شک ہے۔ اور خیال کرتا ہو۔ کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ تو لازم ہے۔ کہ مجھ سے مباہلہ کرے۔ اگر ایک سال تک ایسا آدمی جو مباہلہ کے میدان میں آوے۔ آسمانی عقوبت سے سزایاب نہ ہو جاوے۔ تو میں لکھ دوں گا۔ کہ بیشک میری پیشگوئی غلط نکلی۔ اور اگر کوئی مقابل پر نہ آیا۔ تو تمام ناظرین سمجھ لیں۔ کہ عیسائی بوجہ ناحق پر ہونے کے بھاگ گئے۔

دونوں فریق یہ دعا کریں۔ کہ یا الہ العالمین اسلام تو یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ تثلیث کی تعلیم سراسر جھوٹی اور شیطانی طریق ہے۔ اور مریم کا بیٹا ہرگز خدا نہیں تھا۔ بلکہ ایک انسان تھا۔ اور نبی اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا کے سچے پیغمبر اور رسول اور خاتم الانبیاء تھے۔ اور قرآن خدا کا پاک کلام ہے۔ جو ہر ایک غلطی اور ضلالت سے پاک ہے۔ اور عیسائی اس تعلیم کو پیش کرتے ہیں۔ کہ مریم کا بیٹا یسوع درحقیقت خدا تھا۔ وہی تھا۔ جس نے زمین و آسمان پیدا کیا۔ اسی کے خون سے دنیا کی نجات ہو گئی۔ اور خدا تین اقنوم ہیں۔ باپ۔ بیٹا۔ روح القدس اور یسوع تینوں کا مجموعہ کامل خدا ہے۔ اب اے قادر ان دونوں گروہ میں اس طرح فیصلہ کر۔ کہ جو ہم دو فریق میں سے جو اس وقت مباہلہ کے میدان میں حاضر ہیں۔ جو فریق جھوٹے اعتقاد کا پابند ہے۔ اس کو ایک سال کے اندر بڑے عذاب سے ہلاک کر۔ کیونکہ تمام دنیا کی نجات کے لئے چند آدمی کا مرنا بہتر ہے۔ غرض ہر ایک فریق ہم میں سے اور عیسائیوں میں سے دعا کرے۔ اس طرح پر کہ اول ایک فریق یہ دعا کرے۔ اور دوسرا فریق آمین کہے۔ اور پھر دوسرا فریق دعا کرے۔ اور پہلا فریق آمین کہے۔ اور پھر ایک سال تک خدا کے حکم کے منتظر رہیں۔ اور میں اس وقت اقرار صالح شرعی کرتا ہوں۔ کہ ان دونوں مباہلوں میں دو ہزار روپیہ ان عیسائیوں کے لئے جمع کرادوں گا۔ جو میرے مقابل پر مباہلہ کے میدان میں آویں گے۔ ہمارے مخاطب ڈاکٹر کلارک۔ پادری عماد الدین۔ حسام الدین۔ ایڈیٹر کشف الحقائق۔ منشی صفدر علی بھنڈارہ۔ پادری فتح مسیح اور ہر ایک ایسا شخص جو پادری اور معاند اسلام ہو۔ درخواست کرے یہ طریق فیصلہ بہتر ہے۔ تا دنیا روز کے جھگڑوں سے نجات پاوے۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔"

(انجام آتھم)

مولویوں اور سجادہ نشینوں کے نام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جن ۵۸ مولویوں اور ۴۹ سجادہ نشینوں کو نام بنام چیلنج مباہلہ دیا تھا۔ جو گذشتہ اشاعت فاروق میں طبع ہو چکا ہے۔ ان کے نام "انجام آتھم" میں رسالہ دعوت قوم میں مفصل معہ پتہ درج ہیں۔ وہاں سے دیکھ لیں۔ (ایڈیٹر)

تحریک جدید کے جہادِ کبیر کی عملی شمولیت جنت کو واجب کر دیتی ہے

"میں سمجھتا ہوں۔ اپنے دل میں اسلام کا درد رکھنے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ جس کے سامنے یہ تحریک پیش کی جاتی۔ کہ اس چندہ کے ذریعہ ایک ایسا "مستقل فنڈ" قائم کر دیا جائے گا۔ جو دائمی طور پر اسلام کی تبلیغ کے کام آئے گا۔ اور وہ یہ تحریک سننے کے باوجود اس میں حصہ نہ لیتا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں۔ اگر ایک مرتے ہوئے باایمان انسان کے کان میں بھی یہ تحریک پہنچ جاتی۔ تو اسکی رگوں میں بھی خون دوڑنے لگتا۔ اور وہ سمجھتا۔ کہ میرے خدا نے میرے مرنے سے پہلے ایک ایسی تحریک کا آغاز کرا کے اور مجھے اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر میرے لئے اپنی جنت کو واجب کر دیا۔"

تحریک جدید کے جہادِ کبیر میں حصہ لینے والے وہ مجاہد ہیں۔ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پانچ ہزاروالی پیشگوئی میں شمولیت کی سعادت رکھتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو۔ کہ اب پانچواں سال ۳۰ نومبر ۱۹۳۹ء کو ختم ہو رہا ہے۔ چند دن رہ گئے ہیں۔ پس وہ مجاہدین جو اس میں شامل ہیں۔ ان کو چاہیئے۔ کہ اپنے وعدہ کی رقم ۳۰ نومبر ۱۹۳۹ء تک سو فی صدی پوری کریں۔ اور وہ لوگ جو اپنی رقم قسط وار ادا کر رہے ہیں۔ مگر ان کی کچھ قسطیں رہتی ہیں۔ یا وہ جن کا وعدہ ہی نومبر میں ادا کرنے کا ہے۔ یا وہ جن کا وعدہ نومبر ۱۹۳۹ء کے بعد ادا کرنے کا ہے۔ انہیں چاہیئے۔ کہ ۳۰ نومبر ۱۹۳۹ء تک ادا کر دیں۔ تا ان کو زیادہ ثواب حاصل ہو۔ غرض ہر وہ شخص جو اس تحریک میں شامل ہے۔ یا وہ جن کا گذشتہ سالوں میں سے کوئی سال رہتا ہے۔ وہ کوشش کریں۔ کہ آخری تاریخ ۳۰ نومبر ۱۹۳۹ء تک ان کا وعدہ سو فی صدی پورا ہو جائے۔ تا کہ ان کے نام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پانچ ہزاروالی پیشگوئی کے پورا کرنے والوں کے رجسٹر میں لکھے جائیں۔ کیونکہ اسی میں ان کا نام ہی آ سکتا ہے۔ جنہوں نے پانچ سال سو فی صدی پورے کئے ہوں۔ اور آئندہ لگاتار پانچ سال راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے چلے جائیں۔ اللہ تعالےٰ احباب کو ۳۰ نومبر ۱۹۳۹ء تک وعدے سو فی صدی پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام   خاکسار برکت علی خاں فنانشل سکرٹری تحریک جدید

(۶) ۱۵ نومبر کو احمد آباد (کاٹھیاواڑ) سے ایک تار آیا۔ کہ مولوی محمد نذیر صاحب ملتانی مولوی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ جن کو دارالامان سے ایک مناظرہ کے لئے وہاں بھیجا گیا تھا۔ مخالف پارٹی نے زدو کوب کر کے سخت زخمی کر دیا ہے۔ جو ہسپتال میں داخل ہیں۔ شام کو دوسرا تار ہسپتال کی طرف سے آیا۔ کہ مولوی صاحب کی حالت تشویشناک ہے۔ مگر ۱۶ نومبر کو خود مولوی صاحب سلمہ اللہ کے ہاتھ کا تار آیا۔ کہ حالت اچھی ہے۔ اور پہلے سے نسبتاً بہتر ہے۔ احباب مولوی صاحب کی صحت کامل اور درازیٔ عمر کے لئے خاص طور پر دعائیں فرما کر ثواب حاصل کریں۔ اس حادثہ کی تفصیل ابھی تک نہیں آئی۔ جس کا انتظار ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ولادت باسعادت

نہایت مسرت اور انبساط سے لکھا جاتا ہے۔ کہ ۱۶ نومبر کو بروز جمعرات ۱/۲ ۷ بجے صبح کے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مولوی فاضل بی۔ اے ابن حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مشکوئے معلیٰ میں پہلا فرزند دلبند پیدا ہوا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔
فاروق اس مبارک ولادت پر اپنے تمام احباب فاروق کی طرف سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ اور تمام خاندان رسالتؐ کے حضور ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے۔ اور جناب خان عبد اللہ خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ اور آپ کے خاندان کی خدمت میں اس نواسہ کی ولادت پر مبارکباد کہتا ہے۔ اس تقریب پر مقامی دفاتر اور مدارس میں دو دن کی تعطیل کی گئی۔

(بقیہ صفحہ کالم علے)

تعداد آٹھ سو کے قریب تھی۔ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں دعوت طعام دی گئی۔ جس میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی شمولیت فرمائی۔ عید الفطر پر دفاتر مرکزی اور سکولوں میں دو دن کی تعطیل کی گئی۔

(۲) ۱۴ نومبر کو حضور کو چلنے پھرنے کی وجہ سے کیونکہ حضور عیدگاہ سے پیدل واپس تشریف لائے تھے۔ درد نقرس کی زیادہ تکلیف ہو کر حرارت بھی ہو گئی۔ مگر ۱۶ نومبر کو حضور کو خدا کے فضل سے آرام رہا ہے۔ ۱۷ نومبر کو پھر حرارت ہو گئی۔ احباب صحت کامل کے لئے دعا فرمائیں۔

(۳) ۸ نومبر کو لفٹیننٹ سیف الدین بے جو ٹرکی کے مشہور ہوا باز مصر کے معزز خاندان کے فرد ہیں۔ اور ڈاکٹر محمد سلیم بے جو جنگ عظیم میں ٹرکی فوج میں کام کرتے رہے ہیں۔ معہ ایک عراقی دوست کے تشریف لائے۔ اور مرکزی دفاتر اور ادارے دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ معزز مہمانوں سے ملاقات کرائی گئی۔ ۱۱ نومبر کو حضور نے ان معزز مہمانوں کو شرف ملاقات بخشا۔ اور ۱۲ نومبر کو دعوتِ طعام دی۔ جس میں بعض دیگر اصحاب کو بھی شرف شمولیت بخشا اور ۱۵ نومبر کو ۱۲ بجے کی ٹرین سے چلے گئے۔

(۴) ۱۱ نومبر کو گذشتہ جنگ عظیم کے یوم صلح کی یادگار پر حسب معمول منارۃ المسیح پر گھنٹی بجا کر ۱۱ بجکر ۱۱ منٹ پر تمام احمدی احباب نے کاروبار بند کر کے خاموشی اختیار کی۔

(۵) ۱۲ نومبر کو پنڈت رُدّر صاحب شاستری پروفیسر ہندو یونیورسٹی بنارس جو قادیان میں آئے ہوئے ہیں۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت امیر المؤمنین نے آپ کا نام عبد اللہ بن سلام تجویز فرمایا۔ ۱۵ نومبر کو بعد عصر ملک فضل حسین صاحب مہاجر نے شیخ صاحب موصوف کے اعزاز میں بشمولیت چند دیگر مقامی احباب ٹی پارٹی دی۔ رات کو عشاء کے بعد بعد ارت شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور معزز نو مسلم نے قرآنی توحید پر ایک عالمانہ لیکچر دیا۔ مجمع کئی ہزار کا تھا۔ بعد اختتام تقریر ایک آریہ پنڈت صاحب نے اجازت لے کر دس منٹ ویدوں سے توحید کا ثبوت پیش کیا۔ شیخ عبد اللہ بن سلام نے آریہ پنڈت کے پیش کردہ وید منتروں اور اس کے بتائے ہوئے معانی سے ہی ثابت کر دیا کہ ان منتروں میں خالص توحید نہیں پائی جاتی۔

ظالمانہ کرتوت

۱۱ نومبر کو منشی سندھی شاہ صاحب برانچ پوسٹماسٹر میانی افغاناں ضلع ہوشیارپور کی ایک معصوم دختر جس کی عمر ایک سال تھی۔ فوت ہو گئی۔ جب اسکو دفن کرنے کے لئے قبر تیار کی گئی۔ تو وہاں کے ناخدا ترس ظالم غیر احمدیوں نے اپنے اسلام کا یہ نمونہ پیش کیا۔ کہ اس معصوم بچی کو دفن نہ ہونے دیا۔ باوجود ڈیڑھ دن تک کوشش کرنے کے جب وہ ظالم نہ مانے۔ تو منشی صاحب مجبور ہو کر میت کو قادیان لائے۔ اور یہاں اسکو دفن کیا گیا۔ افسوس اس اسلام پر وہ نازاں ہیں۔ جو پھوٹی کوڑی کی قیمت کا بھی نہیں ہے۔

درخواستہائے دعا

(۱) عاشق محمد خاں صاحب ساکن رائے چک اپنے مقدمہ میں کامیابی کے لئے۔
(۲) غلام رسول صاحب کنسٹیبل تھانہ چھاؤنی جالندھر پر ایک محکمانہ مواخذہ ہو رہا ہے۔ احباب ان کی باعزت بریت کے لئے دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔

دعائے مغفرت

عبد الحق صاحب احمدی پٹواری حلقہ نرووڑ کی لڑکی ثریا بیگم ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو فوت ہو گئی ہے۔ احباب سے وہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا فرماویں۔ اور والدین کو خدا صبر جمیل عطا فرما کر نعم البدل عطا کرے۔ آمین۔

وصیت ع۵۱۴۲ ۔ میں خواجہ محمد اسماعیل ولد خواجہ غلام رسول قوم کشمیری پیشہ دوکانداری عمر ۲۹ سال تاریخ بیعت والد کی ۱۹۰۶ء ساکن حال جبل پور۔ صوبہ سی۔پی۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔
میری وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو سکے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے:۔ دوکان (متفرق اشیاء خوردنی) جسکی قیمت مالیت تخمیناً ایک ہزار روپیہ ہے۔ اور اسکی آمد منافع تقریباً ساٹھ روپیہ ماہوار ہے۔ اس آمد کا بھی ۱/۱۰ حصہ ماہواہ انشاء اللہ ادا کرتا رہوں گا۔ العبد: محمد اسماعیل احمدی سوداگر تعلیم خود پنساری جبل پور۔ گواہ شد: خاکسار احمد خاں کلرک جبل پور۔ گواہ شد: غلام مصطفیٰ صادق کلرک جبل پور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ر نومبر سنہ ۱۹۳۹ء | نمبر ۴۲

خطبہ جمعہ مورخہ ۳ر نومبر سنہ ۱۹۳۹ء

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے آیۂ کریمہ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ کی تلاوت فرمائی۔ اور اس کے بعد فرمایا:۔

کل سے

رمضان کا آخری عشرہ

شروع ہونے والا ہے۔ اور کچھ لوگ آج سے اور کچھ کل سے اعتکافوں میں بیٹھ جائیں گے اس رمضان کے آخری عشرہ میں ایک اور خصوصیت بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اسکی ستائیسویں تاریخ جس میں بالعموم لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ جمعہ کے دن آتی ہے۔ جمعہ اپنی ذات میں مقدس دن ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ یہ ہماری عید کا دن ہے۔ اور عید کے دن کھانے پینے اور عبادات کے دن ہوتے ہیں۔ جمعہ کے دن لوگ نہانے دھونے۔ کپڑے بدلتے اور خوشبوئیں لگاتے ہیں۔ اور وسیع علاقہ سے جمع ہو کر ایک جگہ نماز پڑھتے ہیں۔ اسی دن خاص طور پر وعظ کرنے کا حکم ہے۔ کچھ حصہ دن کا دنیوی کاموں میں سے فارغ کر کے عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اسی روز کچھ وقت گھر کی صفائی کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ کچھ اپنے جسم اور کپڑوں کی صفائی وغیرہ کے لئے۔ اور کچھ حصہ میں خصوصیت سے عبادت کی جاتی ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ یہ ہماری عید کا دن ہے۔

پس اس رمضان کے آخری عشرہ میں جمعہ کے دن جو مسلمانوں کی عید کا دن ہے ستائیسویں تاریخ ہے۔ جس میں عام طور پر

لیلۃ القدر کی برکات

بزرگوں نے دیکھی ہیں۔ اور ان دونوں کا جمع ہونا خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس وجہ سے یہ ایام اس قابل ہیں۔ کہ ان سے انسان فائدہ اٹھائے۔ اور اپنے اندر ایک تغیر پیدا کرے۔ مگر تغیر بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض تغیر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ مگر اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے ان انسانوں کے ساتھ جو ان تغیرات کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

خاص تعلق

رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص ایک بڑے محل کی تعمیر کی کوشش کر رہا ہے۔ اور اس کے لئے سامان جمع کر رہا ہے۔ مگر ایک اور ہے۔ جو بارش میں سوکھی مٹی کی ایک ٹوکری کی "تلاش" میں ہے۔ کیونکہ اس کے کچے مکان کی چھت ٹپک رہی ہے۔ اب مٹی کی ٹوکری کو محل کے سامانوں کے ساتھ بے شک کوئی نسبت نہیں اور مٹی کی ٹوکری اس شخص کے ضروری سامانوں کے مقابل میں بہت حقیر چیز ہے۔ جس نے محل بنوانا ہے۔ وہ کہیں نقشے تیار کراتا ہے۔ اسٹیمیٹ بنواتا ہے۔ اور کہیں اینٹیں اور لکڑی جمع کرتا ہے۔ مگر اس غریب کے لئے جس کا مکان بارش میں ٹپک رہا ہے۔ سوکھی مٹی کی ٹوکری ہی زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس کا گذارہ نہیں ہو سکتا۔ تو انسان کو جس چیز کی ضرورت ہو۔ وہی اس کے لئے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ اور جو اسے چنداں فائدہ نہیں پہنچاتی۔ وہ اس کے لئے اہم نہیں ہوتی۔ چاہے وہ اپنی ذات میں کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو۔ ایسے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ایک لطیفہ

بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ کوئی چوہڑا لاہور کے پاس سے ایک مرتبہ گذرا۔ اس نے دیکھا۔ کہ شہر میں کہرام مچ رہا ہے۔ ہندو مسلمان مرد عورت۔ سب رو رہے ہیں۔ اس نے اسکی وجہ دریافت کی۔ تو اسے بتایا گیا۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ مر گیا ہے۔ یوں تو سکھوں کی حکومت بہت بدنام ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی میں نے بارہا سنا ہے۔ کہ

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں امن قائم ہو گیا تھا

اور اس نے خرابیوں کو بہت حد تک دُور کر دیا تھا۔ مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم کے جو واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ وہ سکھ مسلوں کے زمانہ کے ہیں۔ جب ملک کی حکومت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی تھی۔ لوٹ مار ہو رہی تھی۔ اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی کوشش ہمیشہ یہی رہتی تھی۔ کہ امن قائم ہو۔ اور وہ مسلمانوں کے ساتھ بھی ایک حد تک اچھا سلوک کرتے تھے۔ ان کے وزراء میں مسلمان بھی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد یعنی ہمارے دادا بھی ان کے جرنیلوں میں سے تھے۔ اور کئی مسلمان بھی بڑے بڑے عہدوں پر تھے۔ پس اس امن کو دیکھتے ہوئے جو ان کی وجہ سے ملک کو حاصل ہوا اور اس فساد کو یاد کر کے جو ان سے قبل پایا جاتا تھا۔ ان کی موت کا سب کو صدمہ تھا۔ اور لوگ رو رہے تھے۔ چوہڑے نے جو اس کہرام کی وجہ دریافت کی۔ تو کسی نے اسے بتایا۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ فوت ہو گئے ہیں۔ وہ چوہڑا حیرت سے اس شخص کا منہ تکنے لگا۔ اور دریافت کرنے لگا۔ کہ لوگ ان کی وفات پر اتنے بے تاب کیوں ہیں۔ میرے باپ جیسے لوگ مر گئے۔ تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کس شمار میں تھے۔ یہ لطیفہ بیان کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ جسے جس چیز کی قدر ہوتی ہے۔ وہی اس کے نزدیک بڑی ہوتی ہے۔ اس چوہڑے کا باپ اس سے حسن سلوک کرتا تھا۔ اس لئے وہ اسے پیارا تھا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کا حسنِ سلوک گو لاکھوں سے ہو۔ مگر چونکہ وہ ان لاکھوں میں سے نہ تھا۔ نہ اسکی نظر اتنی وسیع تھی۔ کہ وہ سمجھتا۔ ملک کا فائدہ اور امن و امان بڑی چیز ہے۔ انفرادی فائدہ کی اس کے مقابل پر کوئی حقیقت نہیں۔ اس لئے اس کا یہی خیال تھا۔ کہ اصل چیز قدر کی میرا باپ تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا۔ تو پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ فوت ہو گیا۔ تو کیا ہوا۔ تو دنیا میں اپنی ضرورت کی اہمیت کی وجہ سے بعض چھوٹی چیزیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ اور بعض بڑی چیزوں کو عدم علم کی وجہ سے انسان نظر انداز کر دیتا ہے۔ بچے کو اگر قیمتی سے قیمتی ہیرے بھی مل جائیں۔ تو وہ ان کی کیا قدر کرے گا۔ وہ تو یہی سمجھے گا۔ کہ یہ شیشے کے ٹکڑے ہیں۔ غالباً حج کے سفر میں جبکہ میں بمبئی جہاز کے انتظار میں تھا۔ مجھ سے ایک دوست نے ذکر کیا۔ کہ چند روز ہوئے کوئی جوہری بازار میں سے جا رہا تھا۔ کہ اس کے ہیرے گر پڑے۔ غالباً ایک سو پانچ ہیرے تھے۔ جن میں سے بعض چھوٹے اور بعض بڑے تھے۔ اس نے پولیس کے مرکزی دفتر میں اطلاع دے دی۔ جس نے تمام تھانوں میں آگے اطلاع کر دی۔ کہ ان کی تلاش رکھی جائے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک شخص ان میں سے بعض ہیرے لایا۔ اور کہا۔ کہ میں نے بعض بچوں کو ان سے کھیلتے دیکھا تھا۔ ایک بچہ سے پوچھا گیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں نے تو یہ گولیاں ایک کاغذ میں پڑی ہوئی پائی تھیں۔ اس نے انہیں بازار میں پڑے دیکھا۔ اور ان سے گولیاں کھیلنے لگا۔ جس طرح بچے کھیلا کرتے ہیں۔ جس کی گولی کا سرا دوسرے کی گولی سے لگ جائے۔ وہ جیت جاتا ہے۔ اس سے جب دریافت کیا گیا۔ کہ باقی گولیاں کہاں ہیں۔ تو اس نے کہا۔ میں نے محلہ والوں میں تقسیم کر دی تھیں۔ حالانکہ وہ کئی لاکھ کے ہیرے تھے۔ مگر اس بچے کو ان کی کیا قدر ہو سکتی تھی۔ وہ شیشہ کی گولیوں کی طرح ان سے کھیلنے لگا۔ اگر اس کے باپ کو وہ ہیرے ملتے۔ تو اگر وہ بد دیانت ہوتا۔ تو چھپاتا پھرتا۔ اور شاید شہر ہی چھوڑ کر چلا جاتا۔ اور کسی دوسرے شہر میں جا کر فروخت کرتا۔ اور اگر دیانتدار ہوتا۔ تو پولیس میں جا کر رپورٹ لکھواتا۔ مگر بچہ کی نگاہ میں ان کی کوئی قدر نہ تھی۔ وہ انہیں

شیشہ کی گولیاں

سمجھتا تھا۔ اور دوسرے بچوں میں تقسیم کرتا پھرتا تھا۔ اگر اسے مٹھائی کی گولیاں ملتیں۔ تو وہ اس خوشی سے ان کو تقسیم نہ کرتا جب دوسرے بچے وہ ہیرے مانگتے ہوں گے۔ تو وہ کہتا ہو گا۔ کہ یہ گولیاں میرے پاس ایک سو پانچ ہیں۔ میں نے ان سب کو کیا کرنا ہے۔ کچھ تم بھی لے لو۔ لیکن اگر اسے مٹھائی کی گولیاں ملتیں۔ تو وہ ہرگز دوسروں کو نہ دیتا۔ بلکہ یہ کہتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ میں یہ گولیاں خود کھاؤں گا۔ دوسروں کو کیوں دوں۔ اس کے نزدیک مٹھائی کی گولیاں زیادہ کام کی چیز تھیں۔ شیشہ کی اتنی نہ تھیں تو ہر چیز کی قدر انسان کو ضرورت اور علم کے مطابق ہوتی ہے۔ ایک وقت انسان کے نزدیک روٹی کے ٹکڑے کی قدر بڑی ہوتی ہے۔ بہ نسبت جواہرات کے۔ کہتے ہیں۔ کوئی شخص جنگل میں جا رہا تھا۔ کھانا بالکل ختم تھا۔ حتّٰی کہ وہ بھوک سے بے تاب ہو گیا۔ زندگی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ کہ اسے راستہ میں ایک تھیلی پڑی ہوئی نظر آئی۔ اس نے بڑے شوق سے یہ سمجھ کر اٹھایا۔ کہ شاید اس میں بھنے ہوئے دانے ہوں۔ وہ بے تاب ہو کر اس پر جھپٹا۔ اور جھٹ چاقو نکال کر اسے کھولا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ موتی ہیں اس نے نہایت حقارت کے ساتھ ان کو پھینک دیا۔ اور آگے چل پڑا۔ اس وقت اس کے نزدیک مٹھی بھر دانے یا روٹی کا ایک ٹکڑا زیادہ قیمتی تھا بہ نسبت ان موتیوں کے تو ضرورت اور اہمیت کے مطابق انسان کو کسی چیز کی قدر ہوتی ہے۔ بعض لوگ اہمیت کو دیکھتے ہوئے چھوٹی چھوٹی چیزوں کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ اور نہایت ہی اہم باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہزاروں تم میں سے ایسے ہوں گے۔ جو سارا رمضان یہی دعا کرنے میں گزار دیں گے۔ کہ

یا اللہ مجھے رضائی مل جائے

ہزاروں سارا رمضان یہی دعا کرتے رہیں گے۔ کہ دفتر میں ہم دو چپڑاسی ہیں۔ ایک کی ترقی ہونے والی ہے۔ ایک کی تنخواہ پندرہ سے سولہ ہو جائے گی۔ یا اللہ یہ ترقی مجھے ملے۔ میرے دوسرے ساتھی کو نہ ملے۔ ہزاروں یہ دعائیں کرتے رہیں گے۔ کہ فلاں سے ہمارا جو پندرہ روپیہ کا جھگڑا ہے۔ اس کا فیصلہ عدالت میرے حق میں کر دے۔ ممکن ہے اوپرے دل سے کوئی اور دعا بھی کر لیں۔ مگر وہ صرف اس لئے ہو گی۔ کہ توازن پورا رہے۔ ورنہ حقیقی جوش کے ساتھ یہی دعا کریں گے۔ کہ رضائی مل جائے۔ یا پندرہ سے سولہ کی ترقی مجھے ملے۔ یا پندرہ روپیہ کا مقدمہ میرے حق میں فیصلہ ہو جائے۔ حالانکہ اس سے بہت بڑی بڑی چیزیں ہیں۔ جن کی ان کو ضرورت بھی ہوتی ہے۔ مگر چونکہ علم نہیں ہوتا۔ اسلئے ان کو مانگنے کا احساس بھی ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں۔ جن کا اس کے سوا کوئی نگران نہ ہو۔ اور دو گھنٹے کے بعد اسکی موت آنے والی ہو۔ اور ساتھ ہی اسکی مرغی بھی گم ہو گئی ہو۔ اور اسے کوئی فرشتہ آ کر پوچھے۔ کہ مانگو جو مانگتے ہو۔ تو وہ یہ نہیں کہے گا۔ کہ مجھے اتنی لمبی عمر مل جائے۔ کہ بچوں کی پرورش کر سکوں۔ بلکہ اس وقت یہی کہے گا۔ کہ میری مرغی مل جائے۔ کیونکہ مرغی کا نقصان اسے نظر آ رہا ہے۔ اور موت کا اسے کوئی علم نہیں۔ تو انسان بعض اوقات عدم علم کی وجہ سے بڑی بڑی چیزوں کو نظر انداز کر دیا کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک نہایت دلچسپ واقعہ

ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جن لوگوں کو بڑا بنانا ہوتا ہے۔ ان کے لئے شروع سے ہی ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حج کیا۔ یہ حج آپ نے چھوٹی عمر میں ہی کیا تھا۔ اور اس کا بھی ایک عجیب واقعہ ہوا۔ آپ ایک ریاست میں حصول تعلیم کی غرض سے گئے۔ وہاں کے ایک شہزادے کو ایک مخفی مگر خطرناک مرض ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ اس بات کا علم اس کے والدین کو نہ ہو۔ اور نہ دوسرے لوگوں پر یہ بات ظاہر ہو۔ اس لئے اس نے اپنے خاص آدمیوں کو ہدایت کی۔ کہ کوئی مسافر طبیب ملے۔ تو اسے لاؤ۔ وہ مقامی اطباء کو بھی اس سے آگاہ کرنا مناسب نہ سمجھتا تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ وہاں مسافری کی حالت میں گئے رہتے۔ اس وقت طب تو آپ بہت پڑھ چکے تھے۔ دوسرے علوم کی تعلیم کے لئے وہاں گئے تھے۔ شہزادہ کے کسی آدمی نے آپ سے ذکر کیا۔ تو آپ نے کہا۔ کہ میں طبیب ہوں۔ اس نے کہا۔ کہ پھر چلو۔ علاج کرو۔ بہت کچھ ملے گا۔ مگر یہ عہد کرو۔ کہ اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرو گے۔ چنانچہ آپ وہاں پہنچے تو اس وقت بھی ایک ایسا لطیفہ ہوا۔ کہ آپ فرماتے۔ کہ تھا تو وہ ہماری مصیبت کی وجہ سے۔ مگر سمجھا گیا ہمارا ہنر۔ حالانکہ اس میں عقل کا کوئی دخل نہ تھا۔ بلکہ حالات کے ماتحت تھا۔ اور یہ اس طرح ہوا۔ کہ جب آپ وہاں پہنچے۔ تو شہزادہ کھانے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ آئیے حکیم صاحب کھانا کھائیے۔ اس روز شہزادہ کا باورچی اسے اطلاع دے گیا تھا۔ کہ آج میں نے آپ کے لئے

خاص شوربا

تیار کیا ہے۔ وہ بہت قیمتی ہے۔ اور کوئی دوسرا اسے بنانا نہیں جانتا۔ ادھر حضرت خلیفہ اول رضؓ کی یہ حالت تھی۔ کہ آپ تین روز سے فاقہ سے تھے۔ پیسہ پاس نہ تھا۔ آپ دسترخوان پر تو بیٹھ گئے۔ مگر گلا خشک تھا۔ آپ نے خیال کیا۔ کہ اگر پہلے روٹی کھائی۔ یا چاول کھائے۔ تو نگلنا مشکل ہو گا۔ اور اگر پہلے پانی پیا۔ تو طبیب تھے۔ جانتے تھے۔ کہ معدہ خراب ہو گا۔ اسلئے آپ نے شوربا کا پیالہ اٹھایا۔ اور پینا شروع کر دیا۔ آپ نے تو اس وجہ سے ایسا کیا۔ کہ گلا خشک تھا۔ اور انہوں نے سمجھا۔ کہ یہ شخص بہت اچھے کھانوں کا عادی ہے۔ جبھی تو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ کہ دسترخوان پر بہترین چیز کونسی ہے۔ خیر آپ نے علاج کیا۔ اور اسے فائدہ ہوا۔ بعد میں اس نے آپ کو اتنی رقم دی۔ کہ آپ فرماتے میں نے سمجھا۔

مجھ پر حج فرض ہو گیا ہے

اور اس طرح آپ زمانہ طالب علمی میں ہی حج کو چلے گئے۔ احادیث میں پڑھا تھا۔ کہ خانہ کعبہ کو دیکھ کر پہلی دعا جو انسان کرے۔ وہ قبول ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے۔ جونہی ہم بیت اللہ کے قریب پہنچے۔ میں نے سوچنا شروع کیا۔ کیا دعا مانگوں۔ کبھی خیال آتا۔ دولت کے لئے دعا مانگوں۔ مگر پھر سوچتا۔ کہ اگر چور نکال کر لے گئے۔ تو کیا فائدہ۔ پھر خیال آتا۔ عمل کی توفیق ملنے کی دعا کروں۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا۔ کہ اگر ساتھ علم نہ ہوا۔ تو یونہی ادھر اُدھر ٹھوکریں کھاتا پھرونگا۔ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ خانہ کعبہ سامنے آ گیا۔ میں نے دعا کی۔ کہ

یا الٰہی میری ساری دعائیں تو قبول کر لیا کر

جب بھی کسی مصیبت کے وقت میں تیری طرف توجہ کروں۔ تو میری دعا کو رد نہ کرنا۔ بلکہ ضرور قبول کر لینا۔ یہ کیسی لطیف دعا تھی۔ جس نے آپ کو ساری عمر کام دیا۔ میں جب حج کے لئے گیا۔ تو میں نے بھی یہی دعا مانگی تھی۔ مگر یہ خیال حضرت خلیفہ اول رضؓ ہی کی ایجاد سے تھا۔ اور کہتے ہیں۔ الفضل للمتقدم مگر دعا مانگنے کا بھی ایک طریق ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں ایک طریق ہے۔ کہ

بغیر عقل کے نقل

کرتے ہیں۔ جسے میں تو چھچھورا پن سمجھتا ہوں۔ مثلاً میں نے جو یہ بات بیان کی ہے۔ اب تو خیر میں نے روک دیا ہے۔ لیکن اگر نہ روکتا۔ تو کل ہی مجھے کئی رقعے آنے شروع ہو جاتے۔ کہ دعا کریں۔ ہماری ہر دعا قبول ہو جایا کرے۔ حالانکہ صرف منہ سے کوئی بات کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دعا قلب کے تغیر کا نام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ دعا کی مثال وہی ہے۔ جو کہتے ہیں۔ جو منگے سو مر رہے۔ مرے سو منگن جائے۔ یعنی کوئی سوال ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس سے موت بہتر ہوتی ہے۔ مگر بعض سوال جیسے مثلاً خدا تعالیٰ سے مانگنا جائز تو ہے۔ مگر اس کے پورا ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کہ پہلے اپنے اوپر ایک موت وارد کرے۔ صرف یہ نہیں۔ کہ منہ سے الفاظ دہرا تا جائے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ لوگ کوئی بات سنتے ہیں۔ تو یونہی منہ سے کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ دعا کریں۔ یوں ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ مجلس میں فرمایا۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھ سے بعد الموت ان ان انعاموں کے وعدے کئے ہیں۔ ایک صحابی جھٹ بول اُٹھے۔ یا رسول اللہ دعا کریں۔ میں بھی جنت میں آپؐ کے ساتھ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں تم ساتھ ہی ہو گے۔ جیسے ہم میں بہت سے نقال ہیں۔ ان میں بھی بعض تھے۔ چنانچہ یہ بات سنتے ہی ایک دوسرا شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بولا۔ یا رسول اللہ میرے لئے بھی یہی دعا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ نقل ہے۔ پہلے نے جو لینا تھا۔ لے لیا۔ تو

نقل سے کام نہیں چلتا

کسی سے بات سُنی۔ اور منہ سے کہہ دیا۔ یا رقعہ لکھ دیا۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایک دفعہ مولوی رحمت علی صاحب کے والد بابا حسن محمدؐ صاحب نے حضرت خلیفۂ اول رضؓ کو دعا کے لئے ایک رقعہ لکھا۔ اور اس میں کوئی ایسا فقرہ لکھ دیا۔ کہ آپ کو بہت ہی پسند آیا۔ اور آپ نے درس میں اس کا ذکر کیا۔ یہ دیکھ کر دوسرے روز آپ جو رقعہ اٹھاتے۔ اس میں وہی فقرہ درج ہوتا۔ حالانکہ بابا حسن محمدؐ صاحب نے جب رقعہ لکھا ہو گا۔ ان کے قلب کی خاص کیفیت ہو گی۔ اس اضطراب اور کیفیت سے اس شخص کو جو ان کا نقال ہو۔ فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اس کے بغیر نہیں۔ غرض جب تک کوئی خاص موقعہ نہ ہو۔ خاص تحریک نہ ہو۔ اور دعا کسی اعلےٰ جذبہ کے ماتحت نہ ہو۔ محض منہ سے کہہ دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بے شک جب میں نے یہ دعا کی تو یہ بھی نقل تھی۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اس وقت مجھے یہ واقعہ یاد نہیں تھا۔ بلکہ اتنا بھی خیال نہیں تھا۔ کہ میں زندہ بھی ہوں۔ میں تو سمجھتا تھا۔ کہ میں مر چکا ہوں۔ اور اسرافیل صور پھونک رہا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہے۔ کہ میری طرف چلے آؤ۔ اس لئے اس وقت میں نے جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فعل کیا۔ وہ نقل نہیں تھا۔ لیکن چونکہ یہ واقعہ میں نے پہلے سُنا ہؤا تھا۔ اسلئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ دماغ کے پس پردہ ضرور اس کا اثر تھا۔ تو مُنہ سے کوئی بات کہہ دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ دعا کے لئے ان کیفیات اور جذبات کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ جو دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہیں۔

میں بتا یہ رہا تھا۔ کہ بعض چیزیں گو چھوٹی ہوتی ہیں۔ مگر انسان اپنی ضرورت کے مطابق انہیں مانگ لیتا ہے۔ اور بعض بہت زیادہ ضروری ہوتی ہیں۔ مگر چونکہ اسے ان کی اہمیت کا علم نہیں ہوتا۔ اسلئے ان کے لئے دعا نہیں کرتا۔ حالانکہ انسان اگر اپنی نظر وسیع کرے۔ اور خدا تعالےٰ کے کلام پر غور کرے۔ تو اسکی نظر ایسی چیزوں پر پڑ سکتی ہے۔ جو ضروری ہیں۔ مگر ان کا علم قرآن کریم پر غور کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں۔ دیکھو اللہ تعالےٰ کس طرح انسان کے ذہن کو اس طرف لے گیا ہے۔

رمضان کی غرض اللہ تعالیٰ کو ملنا ہے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ روزہ کا بدلہ میں آپ ہوں۔ یعنی جب کوئی روزہ رکھتا ہے۔ تو میں اسے مل جاتا ہوں۔ اسی مضمون کی طرف ان آیات میں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں۔ اشارہ کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے۔ اے ہمارے رسول واذا سألك عبادي عني فاني قريب تو نے میرے بندوں کو بتایا ہؤا ہے۔ کہ روزہ رکھنے سے خدا ملتا ہے۔ پس جب وہ روزہ رکھیں گے۔ تو ضرور پوچھیں گے۔ کہ خدا کہاں ہے۔ تو اس سوال کے جواب میں یہ کہنا۔ کہ انی قریب۔ اللہ فرماتا ہے۔ میں تمہارے پاس ہی بیٹھا ہوں۔ اس پر وہ سوال کر سکتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالےٰ پاس ہی ہے۔ تو نظر کیوں نہیں آتا۔ نیز اگر وہ پاس ہے۔ تو کونسا طریق ہے۔ کہ ہم اس کے پاس ہونے سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ ان سے کہہ دو۔ کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون۔ یعنی ان کے روزوں کی وجہ سے تو ہم ان کے پاس تو بے شک آن بیٹھے ہیں۔ مگر چونکہ ہماری ذات وراء الورٰی ہے۔ اسلئے مادی اسباب سے ہم تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اس پر وہ پوچھیں گے۔ کہ پھر اس سے تعلق اور وابستگی پیدا کرنے کا کونسا ذریعہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ دینا کہ اُجیبُ دعوۃ الداع۔ یعنی صرف دن کو بھوکا پیاسا رہنے سے روزہ مکمل نہیں ہوتا۔ بلکہ

روزہ رات کی دعاؤں سے مکمل ہوتا ہے

روزہ صرف اسی کا نام نہیں۔ کہ دن کو تم کچھ کھاتے پیتے نہیں۔ بلکہ اسکی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ راتوں کو اُٹھ کر خدا تعالےٰ کے حضور تم چلاؤ زاری کرو۔ پس جو میرے قُرب سے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ دریافت کرتا ہے۔ اسے بتا دو۔ کہ اجیب دعوۃ الداع جو راتوں کو اُٹھ کر روتا ہے۔ میں اسکی طرف آتا ہوں۔

دعوۃ الداع میں ہر پکارنے والا مراد نہیں

بلکہ وہ روزہ دار پکارنے والا ہے۔ جو راتوں کو اُٹھ کر خدا تعالےٰ کے حضور چلّاتا ہے۔ اسی طرح ایسا پکارنے والا مراد ہے۔ جس میں خدا تعالےٰ سے ملنے کا اضطراب ہوتا ہے۔ اسے ملنے کے لئے وہ دن کو روزے رکھتا ہے۔ اور راتوں کو جاگ کر گریہ وزاری کرتا ہے۔ ایسے پکارنے والے کی دعا کو اللہ تعالےٰ سُنتا ہے یہ بالکل افترا اور جھوٹ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی ہر دعا کو سنتا ہے۔ کئی لوگ ہیں جو کہتے ہیں۔ کہ ہم نے بڑے اضطراب سے دعائیں کیں۔ مگر وہ قبول نہیں ہوئیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ میں ہر دعا سُنتا ہوں۔ لیکن یہ بھی غلط ہے۔ جھوٹ ہے۔ اور افترا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر دعا کو ضرور سُنتا ہے۔ یا یہ کہ وہ ہر پکارنے والے کی دعا کو سُنتا ہے۔ بے شک الداع کے معنی ہر پکارنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کے معنے ایسے پکارنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ جس کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور اسجگہ اس کے یہی معنے ہیں۔ اور مراد یہ ہے۔ کہ وہ بندے جو مجھے ملنے کے اضطراب میں اور سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اور مجھے مانگتے ہیں۔ میں ان کی دعا سنتا ہوں چنانچہ اسجگہ واذا سألك عبادي عني فرمایا ہے۔ یعنی میرے بارہ میں سوال کرتے ہیں۔ روٹی مانگنے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ نوکری کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ عني فرمایا ہے۔ عن الخبز یا عن الوظیفہ نہیں فرمایا۔ کہ جو روٹی یا نوکری مانگے۔ اسکی دعائیں ضرور سنتا ہوں۔ پس جو خدا تعالےٰ کو مانگے۔ اور وہ نہ ملے۔ تو اسے اعتراض ہو سکتا ہے۔ نیز اس آیت کی عبارت ایسی ہے۔ کہ اس سے

اضطراب کی طرف اشارہ

پایا جاتا ہے۔ بعض مضامین الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتے۔ بلکہ عبارت میں پنہاں ہوتے ہیں۔ اور یہی حالت یہاں ہے۔ یہاں الداع کے معنی ہر پکارنے والا نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کو پکارنے والا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب میرے بندے میری طرف دوڑتے ہیں۔ ان کے اندر ایک اضطراب اور عشق پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ چلّاتے ہیں۔ کہ میرا خدا کہاں ہے۔ تو ان سے کہدو۔ کہ میں تمہاری طرح کے پکارنے والے کی پکار کو رد نہیں کرتا۔ اور ضرور اسکی دعا کو سُنتا ہوں۔ دوسری جگہ بھی قرآن کریم میں یہ مضمون بیان ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ یعنی جو لوگ ہمارے رستوں کی تلاش کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے۔ ہم ضرور ان کو رستہ دکھاتے ہیں۔ دو تین سال ہوئے۔ میرے پاس ایک سکھ آیا۔ وہ بوڑھا آدمی تھا۔ اس نے ایک سکھ ٹھیکیدار کا نام لیا۔ اور کہا۔ کہ وہ کروڑپتی آدمی ہے۔ میں اس کا منیم ہوں۔ اور اس نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ دنیا تو بہت کمائی ہے۔ اب

خدا تعالےٰ کو ملنے کی خواہش

ہے۔ آپ بتائیں۔ اس سے کس طرح مل سکتے ہیں۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں خود بھی اسی خیال کا ہوں میری طرف سے بھی یہی درخواست ہے۔ میں نے کہا۔ کہ میں رستہ تو بتا دوں گا۔ مگر تم نے اس پر چلنا نہیں۔ وہ کہنے لگا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ نہ چلیں۔ میں نے کہا۔ اگر چلیں تو یہ تو میری عین خواہش ہے۔ مگر میرا خیال ہے۔ آپ لوگ چلیں گے نہیں۔ اس نے وعدہ کیا۔ کہ ضرور چلیں گے۔ میں نے اسے سورہ فاتحہ کا ترجمہ لکھ دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ پڑھا کرو۔ اور ساتھ دعا کیا کرو۔ کہ یا اللہ ہمیں سچائی کا رستہ دکھلا دے۔ اور یہ سچا رستہ اسلام کا ہی ہوگا۔ مگر روپیہ اور تعلقات وغیرہ کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنا تمہارے لئے مشکل ہوگا۔ بعض لوگ تو بے پروا ہوتے ہیں۔ اور پھر کبھی جواب بھی نہیں دیتے۔ مگر مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد اس کا خط آیا۔ کہ ہم نے اسی طرح دعا کی تھی۔ اور رستہ ہمیں بتایا بھی گیا ہے۔ مگر اس کے بعد اسکی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اور میری بات سچی نکلی۔ کہ راستہ تو دکھا دیا جائے گا۔ مگر رہیں گے وہ وہیں۔ جہاں تھے۔

غرض اللہ تعالےٰ ہر عقل۔ مذہب اور علم کے آدمی کو اپنا رستہ دکھاتا ہے۔ بشرطیکہ انسان اس کے لئے کوشش کرے۔ اور اس دعا کو وہ ضرور سن لیتا ہے۔ باقی کی دعاؤں کے لئے وہ مصلحتوں کو دیکھتا ہے۔ بعض دفعہ انسان جو روٹی مانگتا ہے۔ اس کے علم میں وہ اس کے لئے مہلک ہوتی ہے۔ یا جو دولت مانگتا ہے۔ جو علم مانگتا ہے۔ وہ اس کے لئے مہلک ہوتا ہے۔ پھر بعض دفعہ ایک نوکری ہوتی ہے۔ اور اس سے اچھا کوئی مانگنے والا ہوتا ہے۔ اب نوکری تو ایک کی دو نہیں ہو جائیں گی۔ اسلئے ایک کو ہی مل سکتی ہے۔ کسی کے ہاں چپڑاسی کی جگہ خالی ہے۔ اور یہ اس کے لئے دعا کرتا ہے۔ لیکن اسے کیا علم ہے۔ کہ دوسرا بھی اس کے لئے کس طرح رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہے۔ اور اس کے سامان بھی زیادہ ہیں۔ یعنی صحت وغیرہ بھی اسکی بہتر ہے۔ ضرورت بھی اسکی زیادہ ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ اسکی دعا کو کس طرح سن لے۔ نوکری ایک کی دو نہیں ہو سکتی۔ مگر وہ چیز جس کے بانٹنے کے باوجود اس میں کمی نہیں ہو سکتی۔ وہ خدا تعالےٰ کی ذات ہے۔ روٹی بھی محدود ہے۔ عزت بھی محدود ہے۔ یہ ساری چیزیں محدود ہیں۔ اگر ایک شئے کے لئے دو مانگنے والے سامنے آئیں۔ تو زیادہ حق والے کو وہ دیگا۔ یا پھر اگر وہ تمہارے لئے مضر ہے۔ تو کوئی اور حقدار نہ ہو۔ پھر بھی نہیں دیگا۔ وہ دوست سے دشمنی کیونکر کر سکتا ہے۔ اور کیونکر ممکن ہے۔ کہ جس چیز کے متعلق وہ جانتا ہے۔ کہ آگ ہے۔ وہ اپنے دوست کو دیدے۔ غرضیکہ

سب دعاؤں کی قبولیت میں روکیں ہوتی ہیں

مگر ایک دعا ہے۔ جس کے ملنے میں کوئی بُرائی نہیں۔ اور جس کے ملنے میں کوئی روک نہیں۔ دنیا کی ہر چیز میں برائی ہو سکتی ہیں۔ نماز میں بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ ویل للمصلین۔ مگر خدا تعالےٰ کو مانگنے میں کوئی ویل نہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ کسی سے اس لئے نہ ملے۔ کہ وہ عذاب میں نہ پڑے۔ یا یہ کہ خدا تعالےٰ کے وجود میں کمی نہ آ جائے۔ جس طرح ہوا ہر ایک کے ناک میں جاتی ہے۔ مگر اس میں کمی نہیں ہوتی۔ اسی طرح خدا تعالےٰ ہر بندے کو ملتا ہے۔ اور پھر بھی اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چاند کی شعاعوں میں کمی نہیں ہوتی۔ تم چاند کی روشنی میں گھنٹوں بیٹھ کر لطف اٹھاؤ۔ مگر نور پھر وہیں کا وہیں رہے گا۔ اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ یہی حال خدا تعالےٰ کا ہے۔ بلکہ خدا تعالےٰ تو ان سے بھی کامل ہے۔ ان میں بھی ممکن ہے۔ کہ کوئی باریک سے باریک کمی ہو جاتی ہو۔ مگر خدا تعالےٰ میں اتنی بھی نہیں ہوتی۔ اور وہ اپنے بندوں سے خود کہتا ہے۔ کہ مانگو۔ مگر یاد رکھو۔ کہ اس کے ساتھ میرے بھی

دو مطالبے

ہیں۔ اور وہ یہ کہ (۱) فلیستجیبوالی۔ تم بھی ان باتوں کو جو میں کہتا ہوں۔ مانو۔

(۲) ولیؤمنوبی۔ مجھ پر پورا پورا اعتماد کرو۔ اور کامل توکل رکھو۔ گویا ایک طرف تو تم خدا تعالےٰ سے غداری نہ کرو۔ دوسری طرف یقین رکھو۔ کہ وہ بھی تم سے غداری نہیں کرے گا۔ لعلھم یرشدون۔ پھر دیکھو۔ تم کس طرح تیزی سے قدم مارتے ہوئے جسے پنجابی میں دگڑ دگڑ کرکے چلتے جانا کہتے ہیں۔ اسی راستہ پر چل پڑو گے۔ جس سے خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور باوجودیکہ وہ غیر مرئی ہے۔ تم اس کو پالوگے۔ اور اس کا وصال حاصل کرلوگے۔

اب غور کرو۔ یہ کتنی بڑی چیز ہے۔ مگر کتنے لوگ ہیں۔ جو یہ طلب کرتے ہیں۔ کئی لوگ ہیں۔ جو توکل کا نام تو لیتے ہیں۔ مگر یہ سمجھتے نہیں۔ کہ یہ کیا چیز ہے۔ کچھ عرصہ ہوا۔ اسی سفر سندھ میں مجھے

خدا تعالےٰ کی ملاقات کے متعلق ایک عجیب رویاء

ہوا۔ جس کا اثر میری طبیعت پر اب تک ہے۔ میں نے دیکھا۔ کہ دو پہاڑیاں ہیں۔ جن میں ایک درہ ہے۔ اور پہاڑیوں کے پرے بہت بڑا وسیع میدان ہے۔ جو گو مجھے نظر نہیں آتا۔ مگر میں اس درہ کی طرف جا رہا ہوں چاروں طرف اندھیرا ہے۔ اور میں پہاڑیوں کے درمیانی رستوں پر سے گزر کر جا رہا ہوں میرے کانوں میں دور سے گونج کی آواز آرہی ہے۔ میں نے اس کے قریب ہونے کی کوشش کی۔ تو وہ گانے کی آواز معلوم ہوئی۔ جیسے دور کوئی نہایت ہی شیریں آواز میں گا رہا ہو میرے قلب میں ایک بشاشت اور مسرت محسوس ہوئی۔ اور میں نے اپنے قدم اور تیز کر دیئے۔ کہ دیکھوں کیا بات ہے جب میں کچھ

اور قریب ہوا۔ تو میں نے محسوس کیا۔ کہ گویا کچھ لوگ شعر پڑھ رہے ہیں۔ مگر ابھی وہ شعر سمجھ میں نہیں آئے۔ میں اور قریب ہوا۔ تو کوئی کوئی لفظ سمجھ میں آنے لگا۔ نہایت ہی سریلی آواز تھی۔ اور یوں معلوم ہوا۔ کہ کئی آدمی ہیں۔ جو مل کر ایک ہی شعر پڑھ رہے ہیں۔ میں اور آگے ہوا۔ تو آواز اور واضح ہونے لگی۔ اور جب میں نے پھر کان لگائے۔ کہ سنوں کیا پڑھتے ہیں۔ تو یکدم میرے منہ سے یہ فقرہ نکلا۔ کہ یہ تو میرے شعر ہیں۔ اور جب میں نے اور غور کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ میرے ایک پرانے شعر کا مصرعہ پڑھ رہے تھے۔ جو یہ ہے کہ

زہنار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے

پڑھنے والوں کی آواز نہایت ہی سریلی اور دل کو لبھا لینے والی تھی۔ اور وہ اس طرح پڑھ رہے تھے۔ جس طرح کوئی مست ہو کر گاتا ہے۔ وہ نظر تو نہیں آتے تھے۔ مگر ان کی آواز سنائی دیتی تھی۔ جب میں اور قریب ہوا۔ تو میں نے محسوس کیا۔ کہ یہ تو فرشتے ہیں۔ جو میرا مصرعہ پڑھ رہے ہیں۔ اتنے میں یکدم دور افق میں بجلی چمکی۔ اور روشنی سی ہوئی۔ اور معاً مجھے القا ہوا۔ کہ یہ

اللہ تعالےٰ کی دوسری تجلّی

ہے۔ پہلی تجلی وہ تھی۔ جو میرے پہنچنے سے قبل ظاہر ہو چکی ہے۔ اور گویا وہ ادنےٰ تجلی تھی۔ اور اسے دیکھ کر یہ فرشتے یہ مصرعہ پڑھنے لگے تھے۔

زہنار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے

اور گو میں نے پہلی تجلی نہیں دیکھی۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ دوسری زیادہ ہے۔ اور جب یہ ظاہر ہوئی۔ تو فرشتوں نے پہلے مصرعہ کی بجائے یہ مصرعہ پڑھنا شروع کر دیا۔ کہ

اک معجزہ دکھا کے تو عیسےٰ بنا مجھے

یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ سب ملائکہ نہایت جوش کے ساتھ اکٹھے جس طرح انگریزوں کے ہاں کورس ہوتا ہے۔ گا رہے ہیں۔ وہ کچھ دیر اسی جوش اور شدت کے ساتھ گاتے رہے۔ اور یوں معلوم ہونے لگا۔ کہ گویا ان کی آواز نے اللہ تعالےٰ کے عرش کو ہلا دیا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں اسکی

آخری تجلی

ہوئی۔ اور مجھے یوں معلوم ہوا۔ کہ پہلی تجلی جو میرے پہنچنے سے قبل ظاہر ہوئی۔ عاشقانہ تجلی تھی۔

دوسری عیسوی تجلی تھی۔ اور یہ تیسری محمدی تجلی ہے جس میں بہت نور تھا۔ اس پر فرشتوں نے ایک تیسرا مصرعہ پڑھنا شروع کر دیا۔ جو مجھے یاد نہیں رہا۔ اور اس پر میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ میں خواب میں ہی کہہ رہا تھا۔ کہ یہ

تیسری تجلّی محمدی تجلی ہے

جب اللہ تعالےٰ کسی کو کسی مقام پر کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ اسے پہلے اس مقام کی ادنےٰ تجلّی دکھاتا ہے۔ جس سے اس کے اندر اس مقام کے حصول کے لئے شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کے لئے والہانہ طور پر کوشش شروع کر دیتا ہے۔ سب سے پہلے وہ عام عشق کی تجلّی دکھاتا ہے۔ جو عام لوگوں کے لئے ہے۔ اسے دیکھ کر جن لوگوں کے دلوں میں محبت کا جذبہ ہوتا ہے۔ وہ کہہ اٹھتے ہیں۔ کہ میں اسکی پوری تجلی دکھا۔ اور بے تاب ہو ہو کر کہتے ہیں۔ کہ

زہنار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے

جس پر وہ تجلی انہیں دکھائی جاتی ہے۔ اس تجلی کے بھی بہت سے درجے ہوتے ہیں جب وہ اپنے مناسب حال درجوں کو طے کر لیتا ہے اور اللہ تعالےٰ اسے اس سے اوپر کی تجلی کے لائق پاتا ہے۔ تو اس کے دل میں اس کا شوق پیدا کرنے کے لئے ایک ادنیٰ تجلّی دوسرے مقام کی دکھاتا ہے۔ جسے دیکھ کر بندہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ جو مجھے پہلے ملا۔ وہ تو اس کے مقابل پر کچھ بھی نہ تھا۔ اور بے تاب ہو ہو کر کہنے لگتا ہے۔ کہ

اک معجزہ دکھا کے تو عیسےٰ بنا مجھے

اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ انسان معجزات کے ساتھ اس مقام کو حاصل کرتا ہے۔ عقل سے نہیں۔ عیسوی مقام کے لئے

دعا کا جوش

خدا تعالےٰ کی طرف سے پیدا کیا جاتا ہے۔ جب وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ اور وہ مقام اور اس کے مختلف مدارج انسان حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے جو اعلےٰ مقامات کے قابل ہوتا ہے۔ محمدی تجلی کی ایک ادنےٰ جھلک ظاہر کرتا ہے۔ جسے دیکھ کر پھر بندے کے دل میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کے حصول کے لئے دعائیں اور التجائیں اور گریہ وزاری شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے محمدی مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ غرض اس رویا میں بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کو پانے کے

لئے ایک والہانہ کیفیت اور

مجنونانہ حرکت کی ضرورت

ہوتی ہے۔ جس طرح بچہ ماں کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں فلاں چیز لے کر چھوڑوں گا۔ اور آخر ماں اسکی خواہش پوری کر ہی دیتی ہے۔ اسی طرح بندہ بھی خدا تعالےٰ کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں تو تجھے دیکھ کر ہی چھوڑوں گا۔ تب اللہ تعالےٰ بھی حجاب اٹھا دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ لے دیکھ لے۔ جب اس مقام کے نور اس کے اندر رچ جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ دیکھ لیتا ہے۔ کہ اس سے بڑا مقام پانے کے یہ قابل ہو گیا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ دوسری اور پھر اسی طرح تیسری تجلّی کو ظاہر کرتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کیفیت کو ایک نہایت لطیف مثال کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص دوزخ میں سب سے آخر رہ جائیگا۔ اللہ تعالےٰ اسے نکالے گا۔ اور کہے گا۔ کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ وہ کہے گا۔ کہ بس یہی مانگتا ہوں۔ کہ مجھے دوزخ سے نکال دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ کہ اچھا نکال دیا۔ اور اسے بہت خوشی ہوگی۔ کچھ روز کے بعد اسے دور ایک سبز و شاداب درخت نظر آئے گا۔ اور اس کے دل میں لالچ پیدا ہوگا۔ کہ اگر میں وہاں پہنچکر اس کے نیچے بیٹھ سکوں تو کیا اچھا ہو۔ کچھ مدت تک تو وہ اس خیال کے اظہار سے رکے گا۔ مگر آخر خدا تعالےٰ سے کہے گا۔ کہ ہے تو بڑی بات۔ لیکن اگر مجھ پر رحم کرکے اس درخت کے نیچے بیٹھنے دیں۔ تو بہت مہربانی ہو۔ اللہ تعالےٰ اسکی بات کو مان لے گا۔ اور اسی درخت کے نیچے پہنچا دیگا۔ آخر جب وہ اس درخت کے نیچے کچھ عرصہ راحت حاصل کرے گا۔ تو پھر اللہ تعالےٰ امتحان کے لئے اس سے بہتر درخت اس سے کچھ فاصلہ پر ظاہر کرے گا۔ اور وہ پھر لالچ کرے گا۔ کہ اس کے نیچے بیٹھے۔ کچھ مدت تک تو وہ اپنے نفس کی اس خواہش کو برداشت کرے گا۔ اور کہے گا۔ کہ میں اب اللہ تعالےٰ سے یہ سوال کس طرح کروں۔ لیکن آخر درخواست کر ہی دیگا۔ اور کہے گا۔ کہ آئندہ اور کچھ نہ مانگوں گا۔ تب خدا تعالےٰ اسے وہاں رہنے دیگا۔ اور پھر وہ دور سے

جنت کا دروازہ

دیکھے گا۔ اور آخر اس سے باہر رہنا برداشت نہیں کر سکے گا۔ اور خدا تعالےٰ سے کہے گا۔ کہ مجھے اس جنت کے دروازے کے آگے تو بٹھا دے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں اندر جانے کی درخواست نہیں کرتا۔ صرف باہر بٹھادے۔ وہیں سے لطف حاصل کروں گا۔ اللہ تعالےٰ پوچھے گا۔ کہ کیا اس کے بعد تو کچھ نہیں مانگے گا۔ بندہ کہے گا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ اسے جنت کے دروازہ پر بٹھادے گا۔ لیکن بھلا وہاں اسے کس طرح چین حاصل ہو سکے گا۔ آخر وہ بے تاب ہو کر کہے گا۔ کہ یا اللہ مجھے دروازہ کے اندر کی طرف بٹھادے۔ میں یہ تو نہیں کہتا۔ کہ مجھے جنت کی نعماء دے۔ لیکن یہ کہتا ہوں۔ کہ دروازہ کے اندر بٹھادے۔ اس پر اللہ تعالےٰ ہنسے گا۔ اور کہے گا۔ کہ میرے بندے کی حرص کہیں ختم نہیں ہوتی۔

جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ

اور جہاں چاہو۔ رہو۔ یہی نظارہ خدا تعالےٰ نے مجھے دکھایا۔ کہ کس طرح اللہ تعالےٰ پہلے ایک ہلکی سی تجلی دکھاتا ہے۔ اور اسے دیکھ کر جب ملائکہ صفت انسان بے تاب ہو جاتا ہے۔ اور دعائیں کرتا ہے۔ کہ کامل تجلی دکھا۔ تو پھر اللہ تعالےٰ اسے کامل تجلّی دکھاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مقام کی ہلکی سی تجلی دکھاتا ہے۔ اور بندے کے دل میں اس کے حصول کی خواہش پیدا کر دیتا ہے۔ جب بندہ اس کے لئے دعاؤں میں لگ جاتا ہے۔ تو اسے اس مقام کی کامل تجلی دکھا دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اگلے مقام کے متعلق پہلے کی طرح شوق پیدا کیا جاتا ہے۔ اور آخر وہ مقام بھی بندہ کو مل جاتا ہے۔ اس نقطۂ نگاہ سے دیکھیں۔ تو

مومن کا دل کبھی بھی مطمئن نہیں ہوتا

ہمیشہ مضطرب ہی رہتا ہے۔ دنیوی انسان کا دل بھی کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ اور مومن کا بھی۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ ایک خدا تعالےٰ کے لئے مضطرب ہوتا ہے۔ اور دوسرا دنیا کے لئے۔ لیکن اضطراب ہونا دونوں میں ہے۔ اور دنیا کا گذارہ ہی اضطراب سے ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ کسی کا اضطراب دنیا کے لئے ہوتا ہے۔ اور کسی کا خدا کے لئے۔ بعض مومن جب اپنے اندر اضطراب دیکھتے ہیں۔ تو خیال کرتے ہیں۔ کہ شاید ہمیں ایمان نصیب نہیں۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے۔ تو اضطراب ان مدارج کے لئے ہوتا ہے۔ جو میسر نہ ہوں۔ یا اونچے درجوں کے لئے ہوتا ہے۔ جو مقام مومن کو حاصل ہوتا ہے۔ اس سے اگلے کے لئے اس میں اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ جنت میں بھی مختلف مقام یوں نظر آئیں گے۔ جیسے ستارے زمین سے نظر آتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ کے قرب کی راہیں اتنی غیر محدود ہیں۔ کہ انہیں کُلّی طور پر طے کرنے کا خیال کرنا بھی کفر ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بھی سب طے نہیں کیں۔ بے شک اپنے مقام کی سب کیں۔ اور آپؐ سب سے آگے ہیں۔ مگر یہ کہ خدا تعالےٰ کا احاطہ کر لیا ہو۔ یہ غلط ہے۔ ولا یحیطون بشیءٍ من علمہٖ الا بما شآء۔ کوئی بندہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے کہ جتنا وہ خود دکھائے۔ باقی پھر غیر محدود رہتا ہے۔ اور اس کے حصول کی خواہش مومن کے دل میں پیدا ہونی ضروری ہے۔ اور اسی کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر ہزاروں ہیں جو دعائیں بھی کرتے ہیں۔ دوسروں کو بھی دعاؤں کے لئے رقعے لکھتے ہیں۔ مگر یہ خواہش اور اضطراب ان کے اندر پیدا نہیں ہوتا۔ مجھے تو بعض دفعہ ہنسی آتی ہے۔ بعض واقفین تحریک جدید مجھے رقعے لکھتے ہیں۔ کہ کوٹ نہیں یا فلاں چیز نہیں۔ حالانکہ وقف کرنے کے معنے تو یہ ہیں۔ کہ آدمی کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے ہلنا نہیں۔ اسکی زبان بند ہے۔ مگر یہ

عجیب وقف

ہے۔ کہ تھوڑے دنوں کے بعد لکھ دیا جاتا ہے۔ کہ فلاں چیز نہیں۔ میں دے تو دیتا ہوں۔ مگر سوچتا ہوں۔ کہ جسے کھانے پینے کے لئے میری مدد کی ضرورت ہے۔ اسے خدا تعالےٰ سے کیا تعلق ہے۔ واقفین کو ہم جو کچھ دیتے ہیں۔ وہ بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی ہے۔ کیونکہ ان کی طلب کے بغیر ملتا ہے۔ مگر یہ کہ اپنی خواہش ہو۔ کہ مل جائے۔ یہ

خدا تعالےٰ پر توکّل کے منافی

ہے۔ توکّل کی مثال تو یہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مطلب میں بیٹھے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دلی میں تھے۔ وہاں حضرت میر صاحب سخت بیمار ہو گئے۔ قولنج کا اتنا سخت حملہ ہوا۔ کہ ڈاکٹروں نے کہا۔ اپریشن ہونا چاہیئے۔ بعض لوگوں نے کہا۔ کہ بعض یونانی دواؤں سے بغیر اپریشن کے بھی آرام ہو جاتا ہے۔ اسلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو تار

دے دیا۔ کہ جس حالت میں بھی ہوں۔ آ جائیں۔ آپ مطلب میں بیٹھے تھے۔ کوٹ بھی نہیں پہنا ہوا تھا۔ پیسے بھی پاس نہ تھے۔ آپ نے غالباً حکیم غلام محمد صاحب مرحوم امرتسری کو ساتھ لیا۔ اور اسی طرح اُٹھ کر چل پڑے۔ حکیم غلام محمد صاحب نے کہا۔ کہ میں گھر سے پیسے وغیرہ لے آؤں۔ مگر آپ نے کہا۔ کہ نہیں۔ حکم یہی ہے۔ کہ جس حالت میں ہو۔ چلے آؤ۔ سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفہ اول رضؓ چلنے میں کتنے کمزور تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کو جاتے۔ تو آپ پیچھے رہ جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے ہو کر فرماتے۔ مولوی صاحب کہاں ہیں۔ اور حضرت خلیفہ اول رضؓ بعد میں آ کر ملتے۔ اسی طرح پھر پیچھے رہ جاتے۔ اور پھر کھڑے ہو کر انتظار فرماتے۔ مگر آپ غالباً حکیم غلام محمد صاحب کو ساتھ لے کر پیدل بٹالہ پہنچے۔ سٹیشن پر جا کر بیٹھ گئے۔ حکیم صاحب نے کہا۔ کہ اب کرایہ وغیرہ کا کیا انتظام ہوگا۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ نے فرمایا۔ کہ یہاں بیٹھو۔ اللہ تعالےٰ خود کوئی انتظام کر دے گا۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ اور دریافت کیا۔ کہ کیا آپ حکیم نور الدین صاحب ہیں آپ نے کہا۔ ہاں۔ وہ شخص کہنے لگا۔ کہ ابھی گاڑی آنے میں دس پندرہ منٹ باقی ہیں۔ اور میں نے سٹیشن ماسٹر سے کہہ بھی دیا ہے۔ کہ ذرا آپ کا انتظار کرے۔ میں بٹالہ کا تحصیلدار ہوں۔ میری بیوی بہت سخت بیمار ہے۔ آپ ذرا چل کر اسے دیکھ آئیں۔ آپ گئے۔ مریضہ کو دیکھ کر نسخہ لکھا۔ اور سٹیشن پر واپس آ گئے۔ وہ شخص بھی ساتھ آیا۔ اور کہا۔ کہ آپ چل کر گاڑی میں بیٹھیں۔ میں ٹکٹ لے کر آتا ہوں۔ اور وہ سیکنڈ کلاس کا ایک ٹکٹ اور ایک تھرڈ کلاس کا لے آیا۔ اور ساتھ ہی پچاس روپے نقد دیئے۔ اور کہا۔ کہ یہ

حقیر ہدیہ

ہے۔ اسے قبول فرمائیں۔ آپ دہلی پہنچے۔ اور جا کر میر صاحب کا علاج کیا۔ یہ

صحیح توکّل کا مقام

ہے۔ اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے۔ کہ میرے بندے کا توکّل صحیح ہے یا نہیں۔ ممکن ہے۔ اس آزمائش کے لئے وہ فاقے دے۔ ننگا کر دے۔ موت کے قریب کر دے۔ تا بندوں کو بتائے۔ کہ میرے اس بندے کا انحصار توکّل پر ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ اسے لنگوٹی باندھنی پڑتی ہے۔ دھجیاں لٹکنے لگتی ہیں۔ اور بعض کو اسکی مدد کے لئے اس طرح ننگا دکھا کر الہام کرتا ہے۔ بعض کو لفظی الہام سے بھی مدد کا حکم دیتا ہے۔ مگر بعض کو اسکی حالت دکھا کر تحریک کرتا ہے۔ مگر توکّل کے صحیح مقام پر جو لوگ ہوتے ہیں۔ وہ کسی سے منہ سے مانگتے نہیں۔ دنیا میں ہر ایک شخص کے ماں باپ فوت ہوتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات بھی ہوئی۔ مگر ہمارے لئے مشکل یہ تھی۔ کہ ہم سمجھتے ہی نہ تھے۔ کہ آپ وفات پا جائیں گے۔ لوگوں کو اس کا احساس ہوتا ہے۔ اسلئے کوئی روپیہ جمع کرتا ہے۔ کوئی بیمہ کراتا ہے۔ اور کوئی اور انتظام کرتا ہے۔ مگر ہم تو سمجھتے ہی نہیں تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہو جائیں گے۔

ہم میں سے ہر ایک یہی سمجھتا تھا۔ کہ میں پہلے فوت ہوں گا

اور ہر ایک کی خواہش تھی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کا جنازہ پڑھائیں گے۔ نوجوان احباب یہ درخواستیں کرتے تھے۔ کہ حضور دعا کریں۔ کہ ہم آپؑ کے ہاتھوں میں فوت ہوں۔ اور آپ جنازہ پڑھائیں۔ آپ پر اللہ تعالےٰ کے فضلوں اور انعامات دیکھ کر ہر شخص یہی خیال کرتا تھا۔ کہ آپ کو زندہ رہنا چاہیئے۔ اور قلوب کی اس کیفیت کی وجہ سے نہ ہمیں اس کا خیال تھا۔ اور نہ اس کے لئے کوئی تیاری تھی۔ کہ آپ فوت ہو گئے۔ بعض رشتہ داروں نے والدہ صاحبہ کو تحریک کی (ہمارے ناناجان مرحوم نے ایسا مشورہ نہیں دیا۔ مبادا کوئی یہ خیال کرے) میں یہ تو نہیں کہتا۔ کہ ورغلایا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ نیک نیتی سے ہی کہہ رہے ہوں گے۔ مگر انہوں نے تحریک کی۔ کہ آپ مطالبہ کریں۔ کہ جو چندے آتے ہیں۔ وہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل ہی آتے ہیں۔ اس لئے ان میں سے ہمارا حصہ مقرر ہونا چاہیئے۔ میں اس وقت بچہ تھا۔ مگر یہ مشورہ مجھے اتنا بُرا معلوم ہُوا۔ کہ میں نے کمرہ کے باہر ٹہلنا شروع کر دیا۔ کہ جونہی مجھے موقعہ ملے۔ میں والدہ سے اس کے متعلق بات کروں۔ اور جب موقعہ ملا۔ میں نے کہا۔ کہ یہ چندے کیا ہماری جائیداد تھی۔ یہ تو خدا تعالےٰ کے دین کے لئے ہیں۔ ان میں سے حصہ لینے کا کسی کو کیا حق ہے۔ پھر بعض لوگ ایسے تھے۔ کہ جو یہ مشورہ کر رہے تھے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے لئے گذارہ مقرر کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک دوست نے مجھ سے آ کر کہا۔ کہ ہم نے یہ تجویز کی ہے۔ کہ آپ کو گزارہ دیا جائے۔ میں نے کہا۔ کہ ہم اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم بندوں کے محتاج کیوں ہوں۔ اس وقت

ہماری جائیداد بھی پراگندہ حالت میں تھی

کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی طرف توجہ نہ کی تھی۔ اور بظاہر گذارہ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ مگر میرے نفس نے یہی کہا۔ کہ جو خدا انتظام کرے گا۔ اسی کو منظور کروں گا۔ بندوں کی طرف کبھی توجہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ کروں گا۔ میرا جواب سُنکر اس دوست نے کہا۔ کہ پھر آپ لوگوں کے گذارہ کی کیا صورت ہوگی۔ میں نے کہا۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ کا منشا زندہ رکھنے کا ہوگا۔ تو وہ خود انتظام کردے گا۔ اور اگر اس نے مارنا ہے۔ تو وہ موت زیادہ اچھی ہے۔ جو اس کے منشاء کے ماتحت ہو۔ تو گویا میں نے یہ دونوں صورتیں رد کردیں۔ حصہ والی تجویز تو شرعًا بھی ناجائز تھی۔ مگر میں نے دوسری صورت کو بھی منظور نہ کیا۔ یہ ذاتی غیرت تھی۔ اب تیسرا پہلو سلسلہ کے لئے غیرت کا تھا۔ اس کے اظہار کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ انتظام فرمایا۔ کہ مرزا سلطان احمدؐ صاحب کے دل میں مشورہ کی تحریک پیدا کی۔ آپ اس وقت غیر احمدی تھے۔ آپ نے مناسب سمجھا۔ کہ بڑے بھائی کی حیثیت میں مجھے مشورہ دیں۔ اور شیخ یعقوب علی صاحب کو میرے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا۔ کہ آپ سلسلہ سے کوئی رقم لینا منظور نہ کریں۔

یہ ہماری

خاندانی غیرت کا سوال

ہے۔ میرے نفس نے فورًا کہا۔ کہ گو یہ مشورہ وہی ہے۔ جو میرے دل نے دیا ہے۔ مگر اس وقت مشورہ دینے والا ایک ایسا شخص ہے۔ جو گو میرا بڑا بھائی ہے۔ مگر ہے غیر احمدی۔ اور مذہب کی رو سے سب سے زیادہ قریبی رشتہ ہم مذہبوں کا ہوتا ہے۔ یہ میرے اور سلسلہ کے تعلقات میں کیوں دخل دیں۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی میں نے شیخ صاحب سے کہا۔ کہ ان کا شکریہ ادا کردیں۔ اور کہہ دیں کہ میرا اور سلسلہ کا جو تعلق ہے۔ اس کے بارہ میں مَیں خود ہی فیصلہ کرنا پسند کرتا ہوں۔ انہیں اس سے تعلق نہیں۔ آخر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نے مجھے بلایا اور کہا۔ ہم آپ لوگوں کو اپنے پاس سے کچھ پیش نہیں کرتے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔ جس کے ماتحت میں نے گذارہ کی تجویز کی ہے

اور

الہام میں رقم تک مقرّر ہے

اب سوال انسانوں کا نہ رہا۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے دین کا آگیا۔ اس لئے میں نے اس امر کو منظور کرلیا۔ جو گذارہ مقرر ہوا۔ وہ ہمارے لئے تو خدا تعالےٰ کے فضل سے کافی تھا۔ گو اس زمانہ میں ہمارے بچے بھی اس میں گذارہ نہیں کرسکتے۔ مجھے اس وقت ساٹھ روپے ملتے تھے۔ جن میں سے مَیں دس روپیہ ماہوار تو تشحیذ پر خرچ کرتا تھا۔ دو بچے تھے۔ بیوی تھی۔ اور گو کوئی خاص ضرورت تو نہ تھی۔ مگر خاندانی طور طریق کے مطابق ایک کھانا پکانے والی۔ اور ایک خادمہ بچوں کے رکھنے اور اوپر کے کام میں مدد دینے کے لئے میری بیوی نے رکھی ہوئی تھی۔ سفر اور بیماری وغیرہ کے اخراجات بھی اسی میں سے تھے۔ پھر مجھے

کتابوں کا شوق

بچپن سے ہے۔ جس وقت میری کوئی آمد سوائے اس کے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کپڑوں کے لئے مجھے دیا کرتے تھے۔ نہ تھی۔ تب بھی میں کتب خریدتا رہتا تھا۔ بلکہ اس سے پہلے جبکہ کاپیوں۔ کاغذ۔ قلم وغیرہ کے لئے مجھے تین روپے ماہوار ملا کرتے تھے۔ اس میں سے بھی بچا کر کتابیں خریدتا رہتا تھا۔ اب تو میں نے دیکھا ہے۔ اچھی اچھی نوکریوں والے بھی نہیں خریدتے۔ مگر مجھے اس وقت بھی یہ شوق تھا۔ اس رقم سے جو بھی گذارہ کے لئے ملتی تھی۔ اپنی علمی ترقی کے لئے اور مطالعہ کے لئے کتابیں بھی خریدتا رہتا تھا۔ اور کافی ذخیرہ میں نے جمع کرلیا تھا۔ تو میں بتا رہا تھا۔ کہ توکّل کا صحیح مقام یہی ہے۔ بعض لوگ اب مجھ پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اتنی بیویاں ہیں۔ اتنے بچے ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کہ ان بیوی بچوں کے لئے کیا میں نے کسی سے کچھ مانگا ہے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ کہ اگر خدا تعالےٰ نے نہ دیا۔ تو فاقے کرلیں گے۔ مگر کسی سے مانگیں گے نہیں۔

میرا اصول

ہمیشہ یہی رہا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے ہی لینا ہے۔ اور جو وہ بھیج دے۔ اسی پر گذارہ کرنا ہے۔ اور میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ ایسی ایسی راہوں سے دیتا ہے۔ کہ انسان گمان بھی نہیں کرسکتا۔ مجھے آٹھ دس غیر احمدیوں سے اس قدر امداد ملی ہے کہ شاید سب احمدیوں نے جو ہدایا دیئے ہوں۔ ان کے برابر ہوگی۔ اور وہ ایسے لوگ ہیں۔ کہ کبھی انہوں نے اپنے نام کے اظہار کی بھی خواہش نہیں کی۔ بعض کو اللہ تعالےٰ نے

خوابوں کے ذریعہ تحریک

کی۔ بعض کو دوسرے ذرائع سے۔ بعض دنیوی کاموں میں اتنا روپیہ مل گیا۔ کہ جس کا وہم بھی نہ تھا۔ مگر اصول میرا یہی رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اگر دیتا ہے۔ تو دے۔ اور اگر نہ دے۔ تو انسان صبر سے کام لے۔ اور بندوں کی طرف نگاہ نہ اٹھائے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ یہی توکّل ہے۔ یہ بھی نہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ کوئی اچھی چیز بھیج دے۔ تو انسان اسے پھینک دے۔ یہ توکّل نہیں گستاخی ہے۔ اور نہ ہی یہ توکّل ہے۔ کہ انسان خود اپنے آپ کو وقف کرے۔ اور پھر ضرورت پڑے تو مانگے۔ یہ مانگنا خواہ خلیفہ سے بلکہ خواہ نبی سے ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ خواہ خاتم النبیین سے کیوں نہ ہو۔ توکّل کے خلاف ہے۔ توکّل یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ دے۔ تو لے۔ نہیں تو جو ہے اسی پر قناعت کرے۔ اور سمجھے کہ اگر اللہ تعالےٰ مارنا ہی چاہتا ہے۔ تو مار دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ایک بزرگ کا قصّہ

سنایا کرتے تھے۔ کہ وہ کسی گوشہ میں بیٹھے وعظ و نصیحت کرتے رہتے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ ان کو وہیں روزی پہنچا دیتا تھا۔ دور شہر سے باہر جگہ تھی۔ جہاں وہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ کئی دن گذر گئے۔ اور کھانے کو کچھ نہ آیا۔ یہ شاید اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان تھا انہوں نے کہا۔ کہ اب شہر میں چل کر کسی دوست سے کچھ مانگنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ گئے۔ اور ایک دوست سے کہا۔ کہ کچھ کھانے کو دو۔ اس نے تین روٹیاں اور کچھ سالن اوپر ہی ڈال کر دے دیا۔ یہ چل پڑے۔ تو ساتھ ہی اس دوست کا کتّا بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ وہ دم ہلاتا جاتا تھا۔ اور پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس بزرگ نے سمجھا۔ کہ اس روٹی میں اس کا بھی حق ہے۔ کیونکہ اس گھر کی نگرانی کرتا ہے۔ اور اس نے ایک روٹی پر سالن کا تیسرا حصہ ڈال کر اسے ڈال دی۔ کتّے نے وہ کھالی۔ اور پھر پیچھے پیچھے چل پڑا۔ بزرگ نے خیال کیا۔ کہ بے شک اس کا حق زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ اس گھر کا محافظ ہے۔ اور ایک روٹی پر سالن کا ایک اور حصہ ڈال کر اس کے آگے پھینک دی۔ مگر کتا وہ کھاکر بھی پیچھے چل پڑا۔ ادھر اس بزرگ کو خود سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگا۔ کہ تو بڑا بے حیا ہے۔ میں تین میں سے دو روٹیاں تجھے دے چکا ہوں مگر پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔ یہ کہنا تھا۔ کہ معًا

کشف کی حالت

پیدا ہوئی۔ وہ دنیا کی حالت کو بالکل بھول گئے۔ کتّے کی روح متمثل ہوکر ان کے سامنے آئی۔ اور کہا۔ کہ تم مجھے بے حیا کہتے ہو۔ حالانکہ میں تو کتّا ہوں۔ اور تم انسان ہو۔ مجھے سات سات فاقے اس گھر میں آئے۔ اور میں نے اس ڈیوڑھی کو نہیں چھوڑا۔ مگر تمہیں تین دن کا فاقہ آیا۔ اور تم چھوڑ کر شہر کو آگئے۔ بتاؤ۔ بے حیا میں ہوں۔ یا تم ہو یہ بات سنکر ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور تیسری روٹی مع سالن بھی کتّے کے آگے پھینک دی۔ جب واپس اپنے مقام پر پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ ایک شخص نہایت پُر تکلف کھانے لئے بیٹھا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ آپ کہاں چلے گئے تھے۔ میں انتظار میں تھا۔ تو توکّل کا مقام یہی ہے۔ کہ انسان اللہ تعالےٰ کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے۔ اور توکّل کے یہ معنے بھی نہیں ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کی جستجو کرنے والوں کے لئے سامان کرنے منع ہیں۔ سامان بھی کئے جا سکتے ہیں۔ تجارت۔ نوکری۔ زراعت وغیرہ سب کام کرنے جائز ہیں۔ مگر

نظر خدا تعالےٰ پر ہی ہونی چاہیئے

کہ وہی سب ضروریات پوری کرے گا۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے آزمائش کے طور پر بھی کوئی کمی ہوئی۔ تو جھٹ چندہ میں کمی کردیتے ہیں۔ دس روپیہ آمد تھی۔ تو روپیہ چندہ دیتے تھے۔ مگر جب آمد نو رہ گئی۔ تو چندہ آٹھ آنہ کردیا۔ اور اس وجہ سے اللہ تعالےٰ نے آمد میں اور کمی کردی۔ اور آٹھ کے چھ رہ گئے۔ تو پھر چندہ ۲ر کردیا۔ گویا آمد میں تو چار کی کمی ہوئی۔ اور چندہ میں ۱۴ر کی کردی۔ اللہ تعالےٰ بھی یہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ اس نے آمد میں اور کمی کی۔ تو چندہ دینا ہی بند کردیا۔ ایسی حالت میں خدا بھی آمد کا دروازہ بالکل بند کردیتا ہے۔ اس نے تو ایک روپیہ بند کیا۔ مگر خدا تعالےٰ نے دس کی کمی کردی۔ تو یہ سامان نہیں۔ سامان یہ ہے۔ کہ ضرورت کے مطابق بے شک انسان کمی کرے۔ اگر ایک روپیہ کی کمی آمد میں ہو۔ تو چندہ میں ڈیڑھ آنہ کی کمی تو جائز ہے۔ مگر آٹھ آنہ کم کردینا تدبیر نہیں بلکہ اس رستہ کو بند کردینا ہے۔ جس سے آتا تھا۔ یہ ایسی ہی بات ہے۔ کہ کسی کو پیاس لگی ہوئی ہو۔ تو وہ منہ کے آگے ہاتھ رکھ لے۔ حالانکہ منہ کے رستہ پانی اندر جاکر پیاس بجھ سکتی ہے۔ ہاں ایسے موقع پر اگر انسان قربانی زیادہ کرے۔ تو اللہ تعالےٰ کا فضل بھی زیادہ نازل ہوتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ کے اسی سفر کا واقعہ ہے۔ جس کا میں اوپر ذکر کرچکا ہوں۔ آپ سنایا کرتے تھے۔ کہ میرے پاس دو صدریاں تھیں۔ جو بہت قیمتی تھیں۔ اور مجھے ان پر بہت ناز تھا۔ گویا بڑی دولت تھی۔ مگر ایک روز میں اس حجرہ سے جہاں ٹھیرا ہوا تھا۔ باہر گیا۔ تو کسی نے ان میں سے ایک چرالی۔ آپ فرماتے۔ مجھے صدمہ تو بہت ہوا۔ مگر مجھے خیال آیا۔ کہ جس چیز کی نگرانی میں نہیں کرسکتا۔ اسے رکھنے کا کیا فائدہ۔ اور دوسری خود لے جاکر خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دی۔ اس کے بعد وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لوگ آئے۔ جو شہزادہ کے علاج کے لئے آپ کو لے گئے۔ تو توکّل کے یہ معنے نہیں۔ کہ انسان دنیوی سامان نہ کرے۔ بلکہ یہ ہیں۔ کہ نظر خدا تعالیٰ پر ہو۔ اس کے سوا نظر کسی پر نہ ہو۔ اگر ایسا ہو۔ تو

دنیوی مشکلات کا اثر دینی خدمات پر نہیں پڑ سکتا

اس توکّل کے ساتھ جب انسان اللہ تعالیٰ کی اخلاص سے عبادت کرتا ہے۔ تو اس کا جواب اسے ضرور مل جاتا ہے۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہماری جماعت میں بعض خواب بینوں نے اپنی

خوابوں اور دعاؤں کو آمد کا ذریعہ

بنایا ہوا ہے۔ اور وہ آنوں بہانوں سے لوگوں سے سوال بھی کرتے رہتے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ بندوں سے مانگنے پر مقرر کر دیتا ہے۔ وہ تو ایک عذاب ہے۔ ایسے شخص کی خوابیں بھی یقیناً ابتلاء کے ماتحت ہو سکتی ہیں۔ انعام کے طور پر نہیں۔ ہاں یہ جائز ہے۔ کہ دین کے لئے انسان دعا کے پورا ہونے پر خدمت مقرر کرے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے۔ اپنے نفس کے لئے جائز نہیں۔ اور کامل مومن کی فطرت ہی کے یہ امر خلاف ہے۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ کسی کی دعا سُنے۔ اور پھر جس کے حق میں دعا کی گئی ہے اس کے دل میں تحریک کرے۔ کہ وہ خود اپنی خوشی سے دعا کرنے والے کی خدمت کرے۔

آخر میں پھر احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ یہ دن قُربِ الٰہی کے حصول کے لئے خاص ہیں۔ اس لئے ان کی قیمت کو سمجھتے ہوئے خدا تعالےٰ سے مانگو۔ اللہ تعالےٰ سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے۔

حالات پر زمانے کے کچھ تو دھیاں کرو

(از چودھری محمد اسحاق صاحب مبلّغ تحریک جدید مقیم ہانگ کانگ)

ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ کی غیر متبدل سنت چلی آئی ہے۔ کہ جب دنیا اور دنیا والے گناہ اور بدکاری میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اپنے پیدا کرنے والے رب العرش العظیم کو بھی فراموش کر دیتے ہیں۔ جب روحانیت دنیا سے کالعدم بلکہ محض عدم ہو جاتی ہے۔ تقوی اللہ سے بھی لوگ ناآشنا ہوتے ہیں۔ ایسے ظلمت اور بے دینی کے دور دورہ میں جبکہ خدائے عزوجل کی ہستی کو مشتبہ کرنے کی ناکام کوشش میں شیطان اپنے تمام لاؤ لشکر سمیت مصروف کار ہوتا ہے۔ وہ اپنی سیاہ اور منحوس جھنڈیاں لہراتے ہوئے اپنی وقتی کامیابی پر متکبّر و متفخر نظر آتا ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالےٰ کی رحمتِ غیوری جوش میں آتی ہے۔ اور وہ اپنی بھولی بھٹکی مخلوق کو باطل کے دامنِ تزویر سے آزاد کرانے کے لئے اور حق کا راستہ دکھانے کے لئے اپنے کسی برگزیدہ کو رسول مامور فرما کر مبعوث فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے تازہ بتازہ نشانات دکھا کر سعید و رشید روحوں کو بے دینی کفر و الحاد کے تنگ و تاریک گڑھے سے باہر کھینچ لاتا ہے۔

آج تختۂ زمین کے بسنے والے جس قسم کے ظلم و جور دہریت اور الحاد کی آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کی تاریخ اسکی مثال کم ہی پیش کرتی ہے۔ اوروں کو جانے دیجئے۔ کہ ان کی حالت کا نقشہ اس مختصر مضمون میں پیش کرنے کی گنجائش نہیں۔ صرف مسلمانوں کی حالت ہی دیکھئے کہ جو خدائے قادرِ مطلق کے آخری دین کے حامل ہونے کے مدعی ہیں۔ ایمان محض رسمی طور پر رہ گیا ہے۔ قرآن کے الفاظ باقی ہیں۔ مسجدیں ویران ہیں۔ مسلمان کہلانے والوں میں کوئی ایسا گناہ نہیں۔ جو نہ پایا جاتا ہو۔ فریب۔ جھوٹ۔ شراب خوری۔ زناکاری قماربازی۔ سود خوری۔ چوری۔ ڈاکہ۔ اکل بالباطل وغیرہ محرّمات عام ہیں۔ علما کہلانے والے مُلّاں مولوی اسلام کے روشن اور منور چہرے پر بدنما اور منحوس داغ بننے کی کوشش میں ہمہ تن مشغول نظر آتے ہیں۔ تہذیب اور شرافت اجازت نہیں دیتی۔ کہ ان " دین کے ستونوں" کے کارہائے نمایاں پر قلم اٹھایا جائے۔ صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ کہ یقیناً یقیناً یہی لوگ ہیں جن سے بچنے کی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تلقین فرماتے ہوئے فرمایا:۔ علماءھم شرّ من تحت ادیم السماء۔۔۔ الخ۔ المختصر بقول مولانا حالی ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی — اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اور مولانا حالی صاحب کو ان علما کہلانے والوں کی حرکات کے پیش نظر "ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر" مجھے مذکورہ دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں سر اقبال جیسے "ترجمان قوم" کی زبان پر بھی ساری عمر مسلمانوں کی حالتِ زار کی مرثیہ خوانی رہی۔ کبھی خدا سے شکوہ۔ اور کبھی خدا کی طرف سے جواب لکھا۔ اور کبھی حضرت رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیغام بھیجا۔ کہ ؎

"قبضے سے امت تیری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی"

نیز آغا حشر کاشمیری مرحوم جو ہندوستان کے شکسپیئر کہلاتے تھے۔ بھی آہ و زاری کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ ؎

"خوار ہیں۔ بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں"

غرض بقول نواب صدیق حسن صاحب "اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف نقش باقی رہ گیا ہے"۔ اور بقول اہلحدیث امرتسر "سچی بات تو یہ ہے۔ کہ ہم میں سے (غیر احمدیوں میں سے۔ اسحاق) قرآن مجید بالکل اُٹھ چکا ہے"۔

اے دنیا کے تمام لوگو۔ جن تک میری یہ آواز پہنچ سکے۔ میں آپ کو خدائے بزرگ و برتر کے نام پر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ کیا ایسے ظلمت۔ بے دینی۔ الحاد اور دہریت کے زمانے میں پہلے بھی کبھی ایسا ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی پاک بندہ اللہ تعالےٰ سے روشنی پا کر مبعوث نہ ہوا ہو۔ کیا تاریخ مذہب اس امر کی مصدق نہیں ہے۔ کہ ایسے ہی حالات میں اللہ تعالےٰ کی رحمت غیوری جوش میں آیا کرتی ہے۔ اور ایسے ہی زمانوں میں حضرت آدم علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت بدھ۔ حضرت کرشن۔ حضرت زرتشت۔ حضرت کنفیوشش اور بالآخر ہمارے پیارے نبی سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہوئے۔ غرض قرآن مجید کے زریں اصل وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر کی تصدیق تمام زمانوں میں ہوتی چلی آئی ہے۔

اگر یہ اصل حقیقت پر مبنی ہے۔ اور یقیناً حقیقت پر مبنی ہے۔ تو اب سوچو اور غور کرو۔ کہ اس زمانے ہاں باطل کے دور دورہ میں خدا کا کوئی مامور مبعوث ہونا چاہیئے۔ یا نہیں حالات۔ دیانت اور مذہب اس کا جواب مثبت میں دیتے ہیں۔

اے دنیا والو! میں حق الیقین کے مقام پر کھڑا ہو کر آپ تک یہ بشارت پہنچاتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ جو ارحم الراحمین ہے۔ اور جو اپنی توحید کے لئے انتہائی غیرت مند بھی ہے۔ اسلئے اپنی کمزور اور ناتوان مخلوق پر رحم کرتے ہوئے اور اپنی قدیم سنت کو قائم رکھتے ہوئے اس تاریک و تار زمانے میں بھی اپنے ایک رسول

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام

کو دنیا کی راہنمائی۔ بہتری اور بہبودی کے لئے مبعوث فرمایا۔ لیکن آہ! صد آہ۔ یٰحسرة علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔

افسوس صد افسوس تم لوگوں کی حالت پر کہ باوجود منکرین رسل کے عبرتناک انجام کا مطالعہ رکھتے ہوئے تم نے اس برگزیدہ نبی کا انکار کر دیا۔ بلکہ برگزیدوں کے دشمنوں کے نقشِ قدم پر قدم مارتے ہوئے حضرت امام الزماں سے تمسخر اور استہزاء کیا۔ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کی تکذیب و تکفیر میں ادنیٰ سے ادنیٰ انسانی اخلاق تک کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ وہ دشنام دہی آپ پر کی گئی۔ کہ اس کا خیال بھی دماغ کو پریشان کر دیتا ہے۔ دل کانپ اٹھتا ہے۔ اور آنکھیں آنسوؤں کا تار باندھ دیتی ہیں۔

اے دشمنانِ حق! تمہارے مذعومہ افعال اور مکروہ سلوک جو تم نے حضرت امام الزماں سے کیا۔ خدائے غیور کی رحمتِ غیوری کو جوش میں لایا۔ اور اپنے رسول کو تسلی دیتے ہوئے آپ کے ذریعہ دنیا میں اعلان کروایا۔ کہ " دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کر دے گا"۔

" میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔"

" خدا تیرے سب کام درست کر دے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔"

عالم الغیب خدا نے مندرجہ بالا الہامات آج سے نصف صدی پیشتر حضرت احمد علیہ السلام پر سکھے۔ اور حضور اکرم نے ان کی اشاعت اسی وقت فرما دی۔

اے خدا ترس اور انصاف پسند لوگو! اب غور کرو۔ کہ گذشتہ نصف صدی میں یہ الہامات کس شان سے پورے ہوئے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں۔ کہ اہلِ دنیا نے حضور اکرم کی ایڑی چوٹی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی مخالفت۔ تکذیب اور تکفیر کی۔ اور کیا یہ بھی درست نہیں۔ کہ حضور پاک کی صداقت کے اظہار کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہزارہا نشانات زور آور حملوں کی صورت میں فرمائے۔ کیا یہ درست نہیں۔ کہ حاملانِ کفر نے خدا کے پیارے حبیب حضرت احمد علیہ السلام پر کفر کے فتوے لگائے۔ اور پھر کیا یہ بھی درست نہیں۔ کہ خدائے ذوالجلال کے زور آور حملوں نے ان کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ حضور انور کی تکفیر و تکذیب کے بانیوں کا جو انجام ہوا۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت مسیح الموعود علیہ السلام کا الہام انی مھین من اراد اھانتک دوست و دشمن نے اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے دیکھا۔ لیکھو۔ ڈوئی۔ عبداللہ آتھم۔ چراغدین۔ گنگوہی رشید احمدؐ۔ غلام دستگیر قصوری محمدؐ حسین بٹالوی وغیرہ اور ان کے چیلوں چانٹوں کا واصل فی النار ہونا مذکورہ بالا الہام کی صداقت پر شاہد ناطق ہے۔ اہلِ بصیرت کے لئے یہ نشاناتِ بیّنہ موجب ہدایت ہوئے۔ پر عقل کے اندھے اور دل کے کورے ابھی تک خوابِ غفلت میں خراٹے لے رہے ہیں۔ وما کنّا معذبین حتّٰی نبعث رسولاً کی تصدیق میں بغاوت اسیران۔ ظہور طاعون۔ زلازلہائے کانگڑہ۔ بہار و کوئٹہ۔ جنگ عظیم اور زار کی حالتِ زار۔ قتل نادر شاہ وغیرہ نشاناتِ انذار ایسے نہیں ہیں۔ کہ جن کو خدا ترس بھول سکیں۔ آسمان اور زمین نے مل کر حضرت امام الزمان کی تصدیق میں نشانات دکھائے۔ مکذبین۔ مکفرین۔ اور منکرین کی حرکات شنیعہ کے خلاف زمین و آسمان نے صدائے احتجاج بلند کی۔ سورج اور چاند نے کسوف و خسوف کا ماتمی لباس پہنا۔ اور ایسے حادثات بھی ہوئے۔ کہ زمین پھٹ کر قبر کی مانند ہو گی۔

یہ سب علامات ظاہر کرتی ہیں۔ کہ حقیقی معنوں میں مذہب اور اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہے۔

پر حیف تم پر کہ تم نے کروٹ تک بھی نہ بدلی۔ کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشاں پھر وہی ضد و تعصب اور وہی کین و نقار آفتابِ صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے کرتے ہیں پیار ایک طرف حضرت مسیح الموعود کے متعلق مختلف ادیان میں نہایت تصریح کے ساتھ پیشگوئیاں موجود ہیں۔ ظہور کا وقت۔ نام۔ کام۔ مقام زمانے کی حالت۔ علامات۔ حسب نسب وغیرہ تک بھی تمام بڑے بڑے انبیاء اور اولیاء نے بطور پیشگوئی کے دنیا کی راہنمائی کے لئے بتا دیئے۔ اور دوسری طرف سوفی صدی وہی علامات حضرت مرزا غلام احمدؐ قادیانی علیہ السلام کے وجود با جود میں پوری ہو گئیں۔ کیا اس صورت میں آپ کی تکذیب و تکفیر ان بزرگ ہستیوں کی تکذیب و تکفیر نہیں ہے جنہوں نے آپ کے ظہور کی تصریح کے ساتھ پیشگوئیاں کیں۔ بلکہ خود خدا تعالےٰ کے قول تک بھی انکار نہیں ہو جاتا۔ بس ڈرو اور توبہ کرو۔ کہ حضرت امام الزماں کی مخالفت تم کو کہاں تک لے جاتی ہے۔

اے طالبانِ حق۔ آج جبکہ دنیا کا بیشتر حصہ بلکہ ایک رنگ میں ساری دنیا جنگ کے پردے میں عذاب کا منہ دیکھ رہی ہے۔ میں آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں۔ مذہب کے نام پر اپیل کرتا ہوں۔ اخلاق کے نام پر اپیل کرتا ہوں۔ کہ آپ تعصب کی چادر اتار کر ٹھنڈے دل کے ساتھ خالی الذہن ہو کر حضرت مسیح پاک کے دعاوی کا مطالعہ کریں۔ موجودہ جنگ بھی حضرت جری اللہ احمدؐ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہے۔ ابھی اسکی ابتدا ہے۔ میں آپ کو پورے یقین اور وثوق سے کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ عذاب سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ تو صدق دل سے حضرت مسیح الموعود علیہ السلام کی غلامی میں شامل ہو جائیں۔ ورنہ ممکن ہے۔ کہ آسمانی دروازے بند ہو جائیں۔ اور تم دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ جاؤ۔

خدائے بزرگ و برتر کے الہامات اور اشارات کے ماتحت حضرت احمد علیہ السلام نے دنیا کو مطلع کیا تھا۔ کہ

" اے یورپ تو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں۔ اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں۔ سنے۔ کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی۔ کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں۔ پر ضرور تھا۔ کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو۔ تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے۔ وہ ایک کیڑا ہے۔ نہ کہ آدمی۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا۔ وہ مردہ ہے۔ نہ کہ زندہ"۔

جب یہ الفاظ حضرت اکرم علیہ السلام نے رقم فرمائے تھے۔ اس وقت نادانوں نے بصیرت کی آنکھیں بند کر کے اور عقل صحیح کو خیرباد کہہ کر کہا۔ کہ یہ ایک بڑ ہے۔ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن آج ان سنہری الفاظ کو حادثاتِ عالم آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر کر رہے ہیں۔ اور ان کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ عملاً ساری دنیا دیکھ رہی ہے۔

گلشنِ احمدیت کا باغبان خود خدائے عزوجل ہے۔ اگر زمین کی گردش۔ سورج اور آگ کی حرارت۔ پہاڑوں پر بارش۔ دریاؤں کے پانی رک جائیں۔ تو ممکن ہو سکتا۔ لیکن یہ ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ کہ احمدیت کی ترقی رک جائے۔ قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا یہ درخت بڑھے گا۔ پھلے گا۔ پھولے گا۔ اور اسکے سایہ تلے ساری دنیا آرام کرے گی۔ اور اسکے شیریں ثمرات سے حظ اٹھائے گی۔ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء خود فرماتے ہیں:۔

کہ " اے تمام لوگو! سُن رکھو۔ کہ یہ اسکی پیشگوئی ہے۔ جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں۔ بلکہ قریب ہیں۔ کہ دنیا میں صرف ایک ہی مذہب ہوگا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے۔ نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ تک رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی"۔ (تذکرۃ الشہادتین صـ۶۴)

اے طالبانِ حق اور خدا ترس لوگو! آؤ ابھی جبکہ ایمان کی قیمت نہایت عمدہ ہے۔ اس سلسلہ میں داخل ہو جاؤ۔ اور خدا عالم الغیب کے فضلوں اور رحمتوں کا بچشم خود مشاہدہ کرو۔ جس طرح کہ ہم کر رہے ہیں۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

رپورٹ تبلیغ بیرون ہند تحریک جدید

بوئنس آئرس مشن

مولوی رمضان علی صاحب مجاہد ارجنٹائن مکتوب محررہ ۳۰ر ستمبر موصولہ ۲۱ر اکتوبر میں ۱۷ تا ۳۰ ستمبر تک کی ڈائری عرض ذیل ہے۔ اس عرصہ میں دو ہفتہ واری اجتماع ہوئے۔ علاوہ احمدی احباب کے غیر احمدی احباب بھی پہلی میٹنگ میں شامل ہوئے۔ اور مختلف موضوع پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ بعض معززین اندرون ملک سے آئے۔ ان سے ملاقات کی۔ اور ایک مشہور مسلم عرب ایسوسی ایشن کے صدر کو احمدی لٹریچر ارسال کیا۔ نماز جمعہ میں اور دیگر اوقات میں تربیتی امور کی طرف تلقین کی۔ رمضان المبارک میں درس القرآن کے سننے کے لئے بھی لوگوں کو اطلاع دی۔ جنگ کے باعث ڈاک بہت دیر سے ملتی ہے۔ اور اخراجات میں خاصہ اضافہ ہو گیا ہے۔

ہانگ کانگ مشن

چودھری محمدؐ اسحاق صاحب مجاہد ہانگ کانگ ۱۰ر ستمبر تا یکم اکتوبر عرض ذیل ہے:۔ کہ اس عرصہ میں ایک چھوٹا سا انگریزی ٹریکٹ شائع کیا۔ جس میں محمدؐ افضل صاحب احمدؐ خانصاحب نے بہت امداد فرمائی۔ اس عرصہ میں قریباً ڈیڑھ ہزار ٹریکٹ مذکور بذریعہ ڈاک اور دستی مناسب مواقع پر تقسیم کیا۔ جو اللہ کے فضل سے بہت مقبول ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک انگریزی دان چینی دوست نے بذریعہ خط بہت تعریف کی ہے۔ اس کے علاوہ زبانی طور پر بھی ملاقات کے ذریعہ سے تبلیغ کی۔ ایک سکھ دوست۔ ایک چینی انگریزی دان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کیا۔ اور بہت تعریف کی۔ اخبار فاروق اور سن رائز کے لئے ایک ایک مضمون لکھا۔

سنگاپور مشن

مولوی غلام حسین صاحب ایاز سنگاپور سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جنگ کے باعث اوائل میں تو لوگ گھبرا گئے تھے۔ لیکن اب کچھ آرام ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

البتہ اشیاء کی قیمتوں میں قریباً دگنا اضافہ ہو گیا ہے۔ تبلیغ کے حالات اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت عمدہ ہو رہے ہیں۔ ایک عرب دوست تحقیق کر رہے ہیں۔ ایک پادری صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مختلف مسائل پر بحث ہوتی رہی۔ اور بہت سے لوگ اردگرد سنتے رہے۔ آخر مسئلہ تثلیث پر خاموش ہو گیا۔ اور پھر دوبارہ ملاقات کا وعدہ کیا۔ کوالالمپور سے دو آدمی تحقیق کے لئے آئے۔ ایک ابھی یہیں ہے۔

ایک چینا احمدی بہن جو نہایت مخلص ہیں۔ ہر وقت قادیان کا ہی ذکر کرتی ہیں۔ ان کا ارادہ قادیان میں پہنچ کر تعلیم حاصل کرنے کا ہے۔ حضور اقدس کی خدمت میں یہاں کی جماعت کی ترقی اور عاجز اور خاکسار کے خاندان کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

مولوی صاحب کی طرف سے تازہ آمدہ ڈائری تا ۱۶ر اکتوبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ صحت پہلے بھی کمزور تھی۔ لیکن ۱۴ر ستمبر کو قے اور تیز بخار ہو گیا۔ اب بفضلہ صحت ہے۔ ایام بیماری میں چینی آمنہ صاحبہ چینی بہن نے اس دوران میں بہت خدمت کی۔ اور قریباً تمام اخراجات بیماری بھی ادا کئے۔ بیماری کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کی توفیق دی۔ چنانچہ جو دوست ہانگ کانگ جاتے ہوئے راستہ میں بیمار ہو گئے۔ خاکسار نے ہسپتال میں ان کو داخل کر دیا۔ وصحتیابی کے بعد انجمن میں رہے۔ اور تمام مسائل ان کے ذہن نشین کر دیئے۔ اور وہ بیعت کرنے لگے۔ تو ان کو ہانگ کانگ مشن کا پتہ دیا۔ اور مشن کو بھی اطلاع دی۔

ایک ضلع فیروز پور کے نوجوان کو اللہ تعالیٰ نے بیعت کی توفیق دی۔ اور عبد اللہ عرب صاحب اپنے باپ کی قید سے نکل کر ملاقات کو آئے۔ اور دس روز کے بعد چلے گئے۔ ایک انگریزی دان نوجوان جو ان کے زیر تبلیغ تھا۔ اس کے لئے انگریزی لٹریچر دیا۔ امیر حمزہ اور عبد الحمید صاحب جو قادیان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے لئے دعا کی حضور سے درخواست ہے۔ نیز حضرت اقدس سے یہاں کی جماعت اور خاکسار کے لئے دعا کی استدعا ہے۔

کوبے مشن

مولوی عبد الغفور صاحب مجاہد جاپان مکتوب موصولہ یکم نومبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عرصہ زیر رپورٹ میں ایک بار انڈین سپورٹس کلب میں گیا۔ اور پھر انڈیا کلب میں تین ہندوستانی سائیکلسٹوں کی تقریر سننے گیا۔ ایک بار مسٹر نکامورا mr Nakamura جو چین میں گئے ہوئے تھے۔ اور بہت اچھے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سے ملاقات کی۔ اور ٹوکیو جانے کا مشورہ دیا۔ اور کہا۔ کہ میں وہاں آپ کی بہت مدد کروں گا۔ مسٹر ہوندا نے ملاقات کی۔ اور سنگھائی جانے کا مشورہ دیا۔ مسٹر یوسف کے بچوں کو اردو پڑھایا۔ صحت اب نسبتاً اچھی ہے۔ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

سرو بایا۔ جاوا مشن

ملک عزیز احمد صاحب مکتوب محررہ ۱۶ر اکتوبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ تبلیغی اور تربیتی کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے متواتر شروع ہے ایک بار تر دولن نامی ایک شہر میں تبلیغ کے لئے گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلد ترقی احمدیت کی وہاں امید ہے۔ دو مضامین تیار کر کے اشاعت کے لئے ٹائپ کئے۔ دو معزز احباب کو تبلیغی لٹریچر دیا۔ انفرادی ملاقاتیں باقاعدہ ہوتی رہتی ہیں۔

یورو و کرتو مشن

سید شاہ محمد صاحب مکتوب محررہ ۲۰ر اکتوبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ۲۶ر ستمبر کے بعد سے تسلی بخش Improvement میری صحت میں ہوئی۔ وزن میں دو پونڈ ۱۲ اونس کا اضافہ ہوا۔ صبح کے علاوہ دوپہر اور عصر کو ٹمپریچر میں ہر روز 99.2 یا 99.5 تک حرارت ہو جاتی ہے۔ حضور اقدس اور بزرگان سلسلہ سے دعا کی التجا ہے۔

(۲) مکرمی سوماڈی صاحب جنرل سکرٹری سنٹرل سب آفس تحریک جدید انڈونیشیا بٹاویہ سے عید مبارک عرض کرنے کے بعد اپنے اور اپنے اہل و عیال اور وہاں کی جماعت اور ملک جاوا کے احمدیوں کی دینی و دنیاوی ترقی و بہبودی کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

(عبد الرحمان انور انچارج تحریک جدید)

ہفتہ کی مختصر خبریں

— لنڈن ۱۶ر نومبر۔ آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور دیگر نوآبادیاتی وزراء مسٹر ایڈن کی معیت میں فرانس کے محاذ جنگ کے معائنہ کے بعد آج واپس انگلستان پہنچ گئے۔ انہوں نے ایک ہفتہ محاذ جنگ پر گذارا ہے

— لنڈن ۱۵ر نومبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ گذشتہ تین ہفتوں میں جرمن فوج کے ایک سو ڈویژن یعنی تیس لاکھ سپاہ ہالینڈ کی سرحد پر جمع کر دی گئی ہے۔ فرنچ اخبارات کے نمائندگان کا بیان ہے۔ کہ ہٹلر اور اس کے بعض انتہا پسند مشیر ہالینڈ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

— لنڈن ۱۶ر نومبر۔ فرنچ ریڈیو نے ایک جرمن اخبار کا اقتباس براڈکاسٹ کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ پولینڈ میں لوگوں کو دبانا جرمن حکام کے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ کئی جرمن افسر پولوں کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔

— لنڈن ۱۶ر نومبر۔ جرمنی کا ایک ہزار ٹن کا جہاز برطانوی جہازوں نے پکڑ لیا ہے۔ اس جہاز پر روسی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ یہ جہاز آغاز جنگ کے وقت سپین میں تھا۔ اور اب واپس جرمنی جانا چاہتا تھا۔ تیس جہازی ایک بندرگاہ میں نظر بند کر دیئے گئے ہیں۔

— پیرس ۱۶ر نومبر۔ وزیر اقتصادیات نے اعلان کیا ہے۔ کہ فرانسیسی فوج نے ۱۰ر نومبر تک جرمنی کے ۲۲۳۲۹۷ ٹن مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس میں ۲۴۰ ٹن اسلحہ اور ۳۵ ہزار ٹن پٹرول ہے۔

— لاہور۔ ۱۱ر نومبر ایک سماجی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر نارنگ نے کہا۔ کہ ہندوؤں کو چاہیئے۔ ایک سال میں کم سے کم دس لاکھ نوجوانوں کو فوجی تربیت کے لئے بھرتی کرائیں۔ جو لوگ جارحانہ اقدامات کا مقابلہ اور مزاحمت نہیں کرتے۔ وہ گناہ کرتے ہیں۔ انتقام نہ لینا۔ اور خاموشی سے دکھ برداشت کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔ اور بزدلی کی بات ہے۔ عدم تشدد غلاموں کا عقیدہ ہے۔ اگر ہندوستان کی آزادی مطلوب ہے۔ تو ہندوؤں کو فوجی تربیت حاصل کرنی چاہیئے۔

— لنڈن ۱۱ر نومبر۔ آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور دیگر نوآبادیاتی نمائندے آج فرانس پہنچے۔ اور فوجی ہیڈ کوارٹرز میں جا کر برطانوی فوج کا معائنہ کیا۔

محافظ اولاد

مرض اٹھرا یعنی بچوں کا مردہ پیدا ہونا یا وقت سے پیشتر حمل کا گر جانا۔ اس کا علاج ہماری دوا "محافظ اولاد" ہے۔ علاوہ ازیں حاملہ عورتوں کی کمزوری و دیگر زنانہ امراض کے لئے بھی یہ دوا بہت مفید ہے۔ اس کے استعمال سے بچے محفوظ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ماں کی چھاتی میں دودھ کثرت سے آتا ہے قیمت تین روپے۔

حفسم

خونی و بادی بواسیر کے لئے "حفسم" بہترین دوا ہے۔ جس کے استعمال سے بہت سے لوگوں کو بفضلہ تعالیٰ شفا ہوئی ہے۔ اس کے حیرت انگیز اثر کے متعلق لوگوں کی تحریری رائیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ قیمت عہ ر دو روپے۔

علاج گردہ

گردہ کی درد۔ مثانہ میں پتھری اور پیشاب کا رک رک کر آنا۔ ایسی شکایتوں میں اس دوا کا استعمال بہت مفید ہے۔ اس کے استعمال سے پیشاب کے ساتھ پتھری پگھل کر نکل جاتی ہے بفضلہ تعالیٰ بہت آدمی اس سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ قیمت تین روپے آٹھ آنہ

بغیر اپریشن موتیابند کا علاج

موتیابند اتر چکا ہو۔ یا اتر رہا ہو۔ اس دوائی سے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ اگر اپریشن ہو چکا ہو۔ تو اس دوائی کے استعمال سے عینک کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوائی کھانے کی اور آنکھ میں ڈالنے کی ہے۔ قیمت للعہ روپے۔

ڈاکٹر محبوب الرحمن بنگالی ایم۔ بی۔ ایچ بنگال ہومیو فارمیسی قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

۵۰۰۴ - میں فضل داد ولد قطب الدین قوم جٹ پیشہ زمیندارہ عمر تقریباً ۶۵ سال تاریخ بیعت تقریباً ۱۸۹۵ء ساکن کھوہ چک ۱۴۶ R.B ڈاکخانہ عنایت پور چیچہ ضلع لائل پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-

اس وقت میری جائیداد چک ۱۴۶ رکھ برانچ میں ۱½ مربع اراضی نہری یعنی ۳۵ کنال برائے کاغذات مال ہے۔

مال مویشی اور خام مکان رہائشی واقعہ چک مذکور کی اندازاً قیمت ۵۰۰ روپیہ ہے یہ جائیداد میری خود پیدا کردہ ہے۔ نیز سرمیدانی تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ میں تقریباً ۹۰ کنال اراضی چاہی نہری ہے۔ جو میری جدی ملکیت ہے۔ علاوہ اس کے سرمیدانی مذکور میں کچھ اراضی رہن لی ہوئی ہے۔ جس کا مجھے اس قدر صحیح علم نہیں۔ کہ زر رہن کس قدر ہے۔ میں نے جائیداد مندرجہ بالا کے ۱/۱۰ حصہ کی اراضی یعنی ۳۵ کنال واقع ضلع لائل پور و ۹۰ کنال اراضی واقع ضلع شیخوپورہ کے عوض اپنی جائیداد خود پیدا کردہ چک ۱۴۶ رکھ برانچ ضلع لائل پور مربع … میں سے نمبران خسرہ ۱۰۲ و … و ۱۰ رقبہ ۱۳ کنال ایک مرلہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ہبہ کرکے ہبہ نامہ روبروئے سب رجسٹرار لائل پور تصدیق کرا دیا ہے۔

اس طرح کاغذات مال میں مندرجہ بالا داخل خارج کرانے کی غرض سے روبروئے تحصیلدار صاحب علاقہ اپنا بیان دے دیا ہے۔ میری خود پیدا کردہ جائیداد واقع سرمیدانی ضلع شیخوپورہ جو بصورت رہن میرے پاس ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ کے حق میں ہبہ کر جاؤں۔ لیکن اگر یہ کام میں اپنی زندگی میں نہ کر سکوں۔ تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کو حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ نیز اس جائیداد کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک و قابض ہوگی۔ جو جائیداد مندرجہ وصیت کے علاوہ بوقت وفات مزید ثابت ہو۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی آمدنی … اس سے قبل جو میں نے وصیت ۱۹۲۶ء بحق صدر انجمن احمدیہ مذکور کی تھی۔ اسکو منسوخ کرتا ہوں۔ فقط

نوٹ:- جو اراضی میں نے ایک کنال ۶ مرلہ زیادہ دی ہے۔ اسکو حصہ وصیت مال مویشی اور خام مکان کی قیمت میں مجرا کر لیا جاوے۔ کاتب الحروف ڈاکٹر نور احمد پسر موصی ۳/۳۶ ۱۰۔

العبد:- فضل داد ساکن چک ۱۴۶ رکھ برانچ ضلع لائل پور۔ گواہ شد:- ڈاکٹر نور احمد بقلم خود گواہ شد:- علی اکبر بقلم خود چک ۲۱۱ ضلع لائل پور۔

۵۴۶۷ - میں عبد العزیز ولد نور محمد قوم بھٹی پیشہ آڑھت عمر ۶۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۶ء ساکن گوجرہ منڈی۔ ڈاکخانہ گوجرہ منڈی۔ ضلع لائل پور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۶ اگست ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-

میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔

(۱) ایک رہائشی مکان واقعہ قصبہ گوجرہ جس کا نصف حصہ میری ملکیت ہے۔ اور نصف حصہ کا مالک غلام حسین ولد رحیم بخش میرا بھتیجا ہے۔ میرے حصہ مکان کی قیمت اندازاً ۱۳۵۰ ہے۔

(۲) ایک رہائشی مکان واقعہ شہر امرتسر ہے۔ جس کی قیمت بموجب اخراجات کے ۲۵۰۰/- روپے ہے۔

(۳) ایک قطعہ اراضی واقعہ قادیان دارالامان جس کے نصف حصہ کا مالک میں ہوں۔ اور نصف حصہ کا مالک برکت علی میرا تایا زاد بھائی ہے۔ میرے حصہ قطعہ کی قیمت ۵۰۰/- ہے۔

(۴) میرا جدی مکان رہائشی قصبہ رمداس ضلع امرتسر میں ہے۔ اس مکان میں میرا ½ حصہ ہے۔ میرے حصہ مکان کی قیمت اندازاً دو صد روپیہ (۲۰۰) ہوگی۔ نیز اس کے علاوہ میری ایک آڑھت کی دوکان قصبہ گوجرہ میں ہے۔ جس کی آمدنی پر میرا گذارہ ہے۔ میں اپنی دوکان کی ماہوار آمدنی اور جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ہو جائے۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کر دوں۔ تو اسی قدر روپیہ رقم وصیت سے منہا کر دیا جائے گا۔ فقط

العبد:- عبد العزیز ولد نور محمد قوم بھٹی۔ آڑھتی منڈی گوجرہ و پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ گوجرہ گواہ شد:- بقلم خود عطار حسین شاہ سکرٹری مال ولد سید جھنڈے شاہ ٹیچر ایم۔ بی پرائمری سکول گوجرہ ضلع لائل پور گواہ شد:- غلام حسین جنرل سکرٹری بھتیجہ موصی آڑھتی منڈی گوجرہ ضلع لائل پور۔ گواہ شد:- کرم شاہ ٹیچر و سکرٹری امور عامہ ایم۔ بی سکول گوجرہ۔ ضلع لائل پور۔

۵۴۳۶ - میں رشید احمد خاں ولد چودھری چھجو خاں قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۳۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن سڑوعہ ڈاکخانہ خاص سڑوعہ ضلع ہوشیارپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ ۷/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت صرف ایک کنال زمین قیمتی ساڑھے تین صد روپیہ واقع سڑوعہ تحصیل گڑھشنکر ضلع ہوشیارپور میں ہے۔ لیکن میرا گذارہ صرف اسقدر جائیداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو اس وقت یک صد روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جتنی جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ فقط۔

العبد:- رشید احمد خاں ایم۔ ایس۔ سی گورنمنٹ ہائی سکول منٹگمری ۷/۳۹ ۱۹ گواہ شد:- محمد شریف وکیل امیر جماعت احمدیہ منٹگمری۔ گواہ شد:- فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان۔

۵۴۶۳ - میں عبد اللہ خاں ولد اخلاص خاں قوم پٹھان پیشہ دوکانداری عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۶ ستمبر ۱۹۳۳ء ساکن محلہ دار البرکات قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری کل جائیداد ایک دوکان کریانے کی جس میں مختلف پنساری و آٹا دال چاول کی اشیاء ہیں۔ جس کی آمد اوسطاً دس روپیہ ماہوار ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہوں گا۔ اگر آمد کم و بیش ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز اگر میرے مرنے کے بعد اگر میری کوئی جائیداد ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ مالک ہوگی۔ والسلام

العبد:- عبد اللہ خاں دوکاندار محلہ دار البرکات ریلوے روڈ قادیان۔ گواہ شد محمد نذیر خاں گواہ شد:- محمد عبد اللہ بوتالوی محلہ دار البرکات قادیان بقلم خود۔

۵۴۱۴ - میں مرزا محمد زمان ولد مرزا احمد الدین قوم مغل پیشہ ملازمت عمر ۳۹ سال اندازاً تاریخ ۱۹۳۴ء ساکن کھدریالہ ڈاکخانہ کھرکا ضلع گجرات صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷ ۶/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-

میری غیر منقولہ جائیداد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) جدی۔ میری جدی جائیداد میں اراضی زرعی اندازاً نو بیگھے اور ایک مکان شامل ہے جس کی قیمت اندازاً سولہ صد و چھ صد علی الترتیب ہے۔ مگر اس غیر منقولہ جائیداد مذکورہ بالا میں میرے دو غیر احمدی بھائی بھی حصہ دار ہیں۔ نیز اس وقت تک جائیداد تقسیم بھی نہیں ہوئی۔ لیکن میں وصیت کرتا ہوں۔ کہ اس جائیداد میں سے ۱/۳ حصہ جو میرے قبضہ میں آئے گا۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی میری وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔

(۲) خود پیدا کردہ جائیداد سفید زمین سکنی دس مرلہ واقعہ محلہ دار البرکات قادیان قیمتی ۱۷۵/- روپیہ

(۳) اگر اس جائیداد میں سے کوئی حصہ یا اسکی قیمت اپنی زندگی میں ادا کر دوں۔ تو ایسا حصہ یا اسکی قیمت حصہ وصیت شدہ سے منہا کر دی جائیگی۔

(۴) مگر میرا گذارہ اس جائیداد پر نہیں ہے۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

تنخواہ ماہوار ۲۷/- روپیہ۔ پنشن ماہوار ۱۴/- روپیہ کل آمد ماہوار ۴۱/- اکتالیس روپیہ۔ میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں۔ کہ اس آمد ماہوار کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہونگا۔ آمد ماہوار کی کمی بیشی کی صورت میں ادائیگی بھی کم و بیشی ہوتی رہے گی۔ اگر میری وفات پر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:- مرزا محمد زمان بقلم خود انسپکٹر بیرحمی جانوران گوجر کھدہ ملتان چھاؤنی۔ گواہ شد:- بشیر محمد مجوکہ سکرٹری وصایا جماعت احمدیہ ملتان کلرک دفتر ڈپٹی کمشنر ملتان۔ گواہ شد:- محمد عبد اللہ انگلش ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول ملتان چھاؤنی (بحروف انگریزی)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل پرنٹر چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)